

سید جاوید اقبال :

محدثین دفتر امیر اللغات کے مکتوبات

”تحقیق“ شمارہ ۳ میں ”دفتر امیر اللغات“ پر ایک مضمون پوچھ کیا جاچکا ہے جس میں محدثین دفتر امیر اللغات کا ذکر بھی ہے۔ یہ حضرات امیر کے سلسلے کے اہم اشخاص ہیں۔ ان کے تحریر کردہ مکتوبات کی ایک بڑی تعداد ان سات رجسٹروں میں محفوظ ہے جن کا تعارف راقم نے ”آفادات امیر“ (مطبوع، تحقیق شمارہ ۴۰) میں پیش کیا ہے محدثین کے یہ مکتوبات مقید معلومات سے ہیں اور اپنی ایک تاریخی حیثیت رکھتے ہیں۔ چنانچہ ذیل میں ان مات رجسٹروں سے اخذ کرکے ان کے کچھ مکتوب پوچھ کریے جاتے ہیں اور جہاں ضروری محسوس ہوا، توضیحات اور تبصرے دو اسی میں تحریر کریے جائے ہیں۔

الف۔ مکتوبات محمد مختار علی آہ - ۱ -

۱۔ بنام منشی حکیم الدین صاحب وکیل :

بامیں کنج الہ آباد

۳۔ فروری ۱۸۹۱ -

۱۔ مختار علی آہ ۱۸۸۲ء میں امیٹھی (بندگی موال) میں پیدا ہوئے وہ ۱۸۸۹ء میں امیر کے طلب کرنے پر رام پور آئے اور دفتر کے معتقد مقرر ہوئے۔ ان کا انتقال ۱۲ دسمبر ۱۹۳۵ع کو ہوا۔ تفصیلی مطالعے کے لئے مأخذات کی نشان دہی رسمی ”تحقیق“ شمارہ چہارم میں راقم کے مضمون ”دفتر امیر اللغات“ میں کی گئی ہے۔

دفتر امیر اللغات۔ ریاست رام ہو
جناب برادرم قبلہ! تسلیم خسروانہ۔

اپنی معمولی بد نصیحتی سے مجھے کبھی عربی لکھنے کی بھی نوبت نہیں آئی، جس کے سبب سے آپ سے فخر برادران کی یاد اور دل سے دور رہتا ہوں۔ یعنی دفتر امیر اللغات میں جناب قبلہ و کعبہ منشی امیر احمد صاحب امیر کا مددگار ہوں۔ امیر اللغات، جس میخت اور مصادر کثیرہ سے تیار ہو رہا ہے اور ہملا حصہ تیار ہو کر شائع ہوا ہے۔ اس کا حال امیر اللغات کے دیکھنے سے معلوم ہو سکتا ہے۔ چند اشتھار خدمتِ عالی میں بھیم کر مکلف ہوں کہ اپنے احباب... ہمت و صاحبِ حوصلہ میں ان کو ہمیلانہ جن حکام سے معاونت کی امید ہو انہیں بھی توجہ دلائی، خاص کر حکام سو رشتہ تعلیم سے۔ عجیب اتفاق ہے کہ جو عمدہ صورت اس لغت کے لیے نکلی وہ رام نہ آئی۔ آخر آخر میں ”جنرل محمد اعظم الدین خان کی ذات سے اہم کچھ امید تھی مگر افسوس ہے کہ دشمنوں کے ہاتھوں وہ بھی شہید ہوئے۔ قطع نظر اس کے کم جناب قبلہ و کعبہ اپنے عزیز

۱۔ امیر اللغات کا حصہ اول مارچ ۱۸۹۱ء میں مطبع مفید عام آگرہ سے شائع ہوا۔

۲۔ جنرل اعظم الدین خان ۱۸۵۳ء میں بیدا ہوئے۔ ۳۰۰۰ اپریل ۱۸۹۱ء بروز اتوار افطار کی تقریب کے بعد رقص و سرود ہوا۔ آش بازی کے بعد رات نو بھی نمیں ٹم ہر سوار ہو کر جا رہے تھے کہ ان پر فائز کیا گیا۔ (اخبار الصنادید، حکیم نجم الغنی خان، لکھنؤ، نول کشور، ۱۹۱۸ء، ص ۳۱۸ تا ۳۲۱)

ہیں، ان کا کسی قسم کا نفع عین اپنا فائدہ ہے ۔ ملاحظہ فرمائیے کہ اتنے مفید اور ضروری کام کی ملک کو کس قدر ضرورت ہے ۔ آپ جس قدر اس نعمت کے لیے مفید ہوں گے، ملک پر آپ کا احسان ہوگا۔ توجہ فرمائیے اور پوری توجہ، فرمائیے۔ ایک ضروری امر ہے بھی دریافت کرنا ہے کہ تعلق ہو رسانثار ضلع بلہا کتنا بڑا تعلق ہے۔ حافظ عبدالصمد صاحب تعلق دار کے بڑے صاحبزادے «محمد عبدالاحد صاحب کے اختیار میں ہے کہ وہ اس لغت کی تائیف میں کچھ معاونت کریں اور جو کچھ ان کے امکان میں ہے اس کی تعداد آپ کے نزدیک کس قدر ہے۔ اگر آپ کو ان کی آمدنی اور حالات سے واقفیت ہو تو ضرور مجھے مطلع فرمائیے کہ ان سے پینگ بڑھاؤں شاید کچھ انہیں سے کام نکلے۔ اور تو اکثر بکٹا چور ہی نکلے۔ منشی صاحب قبلہ و کعبہ آپ کو سلام و دعا فرماتے ہیں۔ حافظ صاحب نواب جوڈیشیل سبیر کونسل ریاست کے پیش کار ہیں، افسوس میں ہے کہ لڑکے کے انتقال نے ان کو بالکل مٹا رکھا ہے۔ امید ہے کہ آپ خیریت سے ہوں گے۔

آپ کا ادنیٰ بھائی

محمد ممتاز علی

نمبر ۲۔ ان کا ایک کارد (جو لکھا کسی اور قلم سے ہے اور دستخط ان کے انگریزی میں ہیں) امیر اللغات کی طلب میں میرے نام

۱۔ امیر مینائی کی شریک حیات کے خاندان کی رشتے داری ممتاز علی آہ کے گھرانے سے تھی۔ اس کے علاوہ ممتاز علی آہ، محمد احمد مینائی (امیر کے خلف اکبر) کی شریک حیات کے سکے پھوپھی زاد بھائی بھی تھے۔ (دوران گفتگو اسرائیل احمد مینائی نبیرہ امیر احمد مینائی نے بتایا)۔

آیا ہے، جس میں انہوں نے قبلہ و کعبہ کو لکھا ہے کہ ”آپ مجھے ضرور دعائے بزرگان سے یاد فرمائیے گا، میں ہر طرح خدمت کے لیے حاضر ہوں“ نہیں معلوم یہ لکھنا محمد عبدالاحد صاحب کا کہاں تک صحیح ہے۔ آپ اندازہ فرما سکتے ہوں اور مفصل حالات معلوم ہوں یا معلوم ہو سکیں تو ضرور مطلع فرمائیے۔

- بنام جناب محمد عبدالاحد صاحب خلف اکابر حافظا محمد عبدالصمد صاحب تعلق دار پھر ساز بليا۔

جناب من!

آج میں اپنے بستر سے کس قدر خوش نعموب ائمہ تھا کہ صبح صبح مجھے آپ کا کارڈ ملا۔ ایک جلد ”امیراللغات“ حصہ اول کی خدمت عالی میں روانہ کی گئی ہے۔ صنم خانے کے چھپنے کی نوبت نہیں آئی ۱۔ اور نہ قدردان ملک کے ہاتھوں آئندہ اس کے چھپنے کی امید ہے افسوس ہے کہ اس بوڑھے استاد زمانہ کی اکثر تالیفات و تصنیفات الماری میں خیر مطبوع، بند ہیں ۲۔ مجھے ارشاد ہوا

- ۱۔ صنم خانہ عشق ۱۳۰۶ھ میں مفہود عام آگرہ سے شائع ہوا۔ مزید دیکھیے: جلیل حسن جلیل مانکپوری کے مکتوبات، خط نمبر ۲۔
- ۲۔ ممتاز علی آہ نے اپنی کتاب ”امیر مہنائی“ کے صفحہ نمبر ۱۳۹، ۱۵۰ بہ امیر کی مطبوع، و غیر مطبوع، تصنیفات و تالیفات کی فہرست پیش کی ہے ان میں ۱۸ غیر مطبوع، تصنیفات کا تذکرہ کیا ہے جن میں سے صرف چند چیزوں اب تک شائع ہوئی ہے، بقیہ ابھی تک غیر مطبوع، ہی ہیں۔

اسمعتیل احمد مینائی مرحوم بن محمد احمد مینائی بن امیر مہنائی
(بقی، حاشیہ صفحہ ۳۲۶ ہر)

ہے کہ ہمہ شہ نیاز ناسے ہو جنے کا افتخار حاصل کرتا رہوں۔ زہے
نصیب میرے کہ آپ سما رئیں یوں... نوزی فرمائے اور مجھے
حصول نہاز سے فخر کرنے کا موقع دے۔ آپ کے اخلاق کریمانہ نے
جو لفظ لفظ سے پیدا ہے عجیب چادو کر دیا ہے کہ دل آزوئے ملازمت
میں یہ چین ہے اور آنکھیں اشتہاق دیدار میں، اے خدا وہ دن بھی
کہیں جلد آئے کہ ان دونوں کی یہ چینی مسکون میں بدل جائے۔
میں ہوں آپ کا خادم
محمد ممتاز علیٰ ۱

(صفحہ ۳۳۵ کا بقیہ حاشیہ)

نے راقم کو بتایا تھا کہ، امیر کا فارمی دیوان ڈاکٹر گوہر نوشاد ہی
خانہ فرهنگ ایران اسلام آباد سے شائع کرنا چاہتے تھے لیکن میرے
حقیقی بھائی ادریس احمد مہنائی نے ان سے کوئی تعاون نہیں کیا۔
۲۲ جنوری ۱۹۸۸ع کو اسماعیل احمد مہنائی نے راقم کو امیر
اور دفتر امیر اللغات کے غیر مطبوعہ مکاتیب ہر مشتمل سات
وجسٹروں کی فوٹو اسٹیٹ مرحمت فرمائی اور کہا کہ بس میرے
پاس صرف یہی باقی ہے، بقیہ ۳۰ کے لگ بھگ مخطوطات
چوری ہو گئے جس کی تفصیل انہوں نے یہ بتائی کہ مولوی
عبدالحق نے انجمن میں مخطوطات کی نمائش کی تھی اور مجھے
بلکہ یہ درخواست کی کہ میں امیر اور داغ کی غیر مطبوعہ چیزیں
نمائن ش میں رکھوں، گو کہ لوگوں نے مجھے بہت منع کیا کہ
هرگز ایسا نہ کرنا، مولوی صاحب یہ چھبیں غائب کر دیں گے
لیکن مجھے مولوی صاحب ہر بہت اعتبار تھا۔ قصہ مختصر لوگوں
کی باتیں درست نکلیں۔ (یہ نوادر مولوی عبدالحق کی دسترس
میں ہوتی تو کوئی سبب نہ تھا کہ امیر مہنائی کے اخلاف کی
روش کے برخلاف انہیں منظور عام پر نہ لاتے۔ ادارہ)

۱۔ ممتاز علیٰ آئے کے اس خط سے قبل امیر کا بھی ایک ۲ اپریل
(بقیہ حاشیہ صفحہ ۳۳۷ ہر)

۳۔ بخدمت جناب منشی مہد ریاض احمد صاحب ریاض،
ملاظہ باد۔ ۱۔ مطبع ریاض الاخبار گور کھپور

۲۹ اگست سنہ ۹۱ع

دفتر امیر اللغات ریاست رام پور

جناب من! یہ چند مطربین میں نے اڈیٹر صاحب اکمل الاخبار ۲۔
کی خدمت میں لکھی ہیں اور آپ کے اخبار کے ذریعے سے اڈیٹر
صاحب کے ملاحظے سے گزارنا چاہتا ہوں۔ امید ہے کہ آپ براہ
عنایت چھاپ دیں گے۔ زیادہ نیاز۔

(صفحہ ۳۳۶ کا بقیہ حاشیہ)

۱۸۹۱ع کا خط درج ہے جو محمد عبدالاحد کے نام ہے ممتاز علمی
آہ کا، خط بھی اسی تاریخ ۲۰ اپریل ۱۸۹۱ع کا قرار ہائے گا۔
علاوہ ازین، امیر کا یہ خط ضمیم اول میں پیش کیا جائے گا۔
۱۔ سید ریاض احمد ریاض خیرآبادی ۱۸۵۳ع میں پیدا ہوئے۔ ان
کا شمار امیر کے ہونہار شاگردوں میں ہوتا ہے تفصیلی مطالعے
کے لیے دیکھیں، دبستان امیر مہنائی، عرفان ہباسی، لکھنؤ،
نسیم بک ڈھو، ۱۹۸۵ع، ص ۱۹۵۔ ”ریاض خورآبادی حمات
اور ادبی خدمات“، ڈاکٹر خلیل اللہ خان، لکھنؤ، اردو پبلشرز،

۱۹۷۴ع۔

۲۔ یہ اخبار دہلی سے ۱۸۶۰ع میں منصہ، شہود ہر آیا اس اخبار
کے مالک و مہتمم سید فخر الدین تھے۔ مزید معلومات کے لیے
دیکھیں ”تاریخ صحافت“ جلد دوم، امداد صابری، دہلی، ۱۹۶۳ع۔

۱۔ بعالیٰ خدست مولوی محمد فخر الدین صاحب
اڈیٹر اکمل الاخبار دہلی -

۲۔ اگست ۱۸۹۱ء (برنائے تسلسل)

جناب من - تسلیم و تکریم

میں نے ضمیم، اکمل الاخبار میں اپنے مراسلے کا جواب دیکھا
اس اپنے مجھے اس نیاز نامے کے ذریعے سے چند باتیں عرض کرنا
ضرور ہوا -

۱۔ میں نہایت ادب سے عرض کرتا ہوں کہ میں نے
اکمل الاخبار کی نسبت یہ فقرے لکھی ہیں "یہ اسی کا قول ہے،
آئندہ چڑھائے ہوئے ہیں، مہمنوں لکھیے گا، اور ہر ورچے میں کئی
کئی صفحے میاہ کرے گا، اور نہ کیوں لکھیے گا انخ" "اگر میں
ایڈیٹر اکمل الاخبار لکھتا تو میرے قلم سے صفحہ واحد کبھی نہ
نکلتا اور اگر اکمل الاخبار کی نسبت یہ صفحہ واحد ناگوار عالی
ہوا تو معف فرمائیے" مگر میں تو ہر ایک خبراؤں میں کتابوں میں
ہوں چال میں اخبار کی نسبت صفحہ واحد غائب ہی دیکھتا اور
ستا ہوں - میں نے نہ کہیں دیکھا نہ مٹا کر اکمل الاخبار آستین
چڑھائے ہوئے ہیں، اکمل الاخبار مہمنوں لکھیں گے، اکمل الاخبار
کئی کئی صفحے سیاہ کریں گے -

۲۔ میں نے تو مؤلف ارمغان - ۱ کا نام نہیں لہا کہ وہ مضبوط

۱۔ مید احمد دہلوی نے اول مرتبہ ۱۸۷۸ء میں "ارمان دہلی"
کے نام سے کلام تقطیع ہر، مید اللغات کا ایک حصہ چھاہا
("فرهنگ آصفہ" مید احمد دہلوی، طبع اول، رفاء عام پریس،

لکھتے ہیں اور آپ اپنی طرف سے چھاہتے ہیں، وہر آپ نے کیوں کرو
سمجھ لیا کہ سہربان قدیم سے وہی مراد ہیں۔ گستاخی معاف،
جادو وہ جو سر ہے پڑھ کے بولے۔

۳۔ آپ مجھ سے پوچھتے ہیں کہ ”منشی امیر احمد“ کی طرف
کن نامہذب اور ناملايم فقوؤں کو آپ معمول فرماتے ہیں“ اور
آپ تعجب ظاہر فرماتے ہیں جناب آپ انہی جملہ بھول گئے!
میرے قلم سے تو ان الفاظ کا اعادہ بہت دشوار ہے۔ ناظرین اکمل الاخبار
دیکھ چکے ہیں اور آپ اپنا وہ پرچہ نکال کر خود بھر دیکھ لیجئے
جس پرچہ سے آپ نے امیر اللغات اور سہد اللغات کا مقابلہ شروع
کیا ہے۔ لیکن بنده نواز! آپ کے مکرائی کی ضرورت نہیں ہے، آپ
سے گلم بیکار تھا اور بیکار ہے اور بیکار ہو گا۔

۴۔ آپ کے نزدیک اگر رویوو (رویوو) اسی کا نام ہے جو آپ تحریر
فرما رہے ہیں اور مہذب ملک یورپ میں اس طرح لکھنے والے ہیں
تو چشم ما روشن دل ما شاد، آپ ضرور تحریر فرمائیں لیکن ہمارے
خیال میں ملک، سر سید، آزاد اور اودہ بنج کرے رویوو (کڈا) ہر اعتبار
کریگا۔ ۱۔ جنہوں نے امیر اللغات کی اچھائی اور برائی دونوں

۱۔ جب امیر اللغات کا ہملا حصہ منظور عام پر آیا تو مختلف جراید
و رسائل میں تبصرے شائع ہوئے، خاص کر اخبار اودہ بنج
۲۳ اگرہل ۱۸۹۱ء، اخبار مفہود عام یکم مئی ۱۸۹۱ء، اخبار
آزاد ۱۰ جولائی ۱۸۹۱ء۔ اس کے علاوہ سر سید احمد خاں،
اکبر الم آبادی، اور منشی نورالحسن بھی تبصرہ کرنے والوں میں^۱
نمايان ہیں۔ یہ تبصرے طبع ثانی (۱۸۹۱ء) میں حصہ اول کے
آخر اور حصہ دوم کے شروع میں شامل کردیئے گئے۔ دونوں
حصے باہم مربوط ہیں۔

ہاتوں پر نظر ڈالی ہے اور ہم ایسے ہی منصف مزاج لوگوں کے روپوں (کذا) دماغ کے خزانے میں رکھ کر اور حصے نکالیں گے۔

زیادہ نیاز

آپ کا خیر اندیش

محمد ممتاز علی - ۱

۵۔ بنام منشی امینہ کا ہرشاد صاحب
اسسٹنٹ انسپکٹر سرو شتہ تعلیم اردو
گنجش کجیع، لکھنؤ۔

دفتر امیر اللغات، رام ہور

۹۱۔ ۳۔ اگست

جناب من !

کچھ عرصہ، ہوا ہے، میرے ماموں حافظ محمد محمود علی ۲ نے
امیر اللغات کے بارے میں ایک نہایت نام مع اشتھار حصہ، اول خدمت
عالی میں بھجو گا تھا اور اس کا جواب آپ نے اس قدر دانی اور ہمدردی
سے لطف فرمایا تھا جیسا کہ آپ سے علم دوست پر بھروسہ تھا۔

اب میں ایک کاہی اس کی بغرض ملاحظہ، خدمت عالی میں
بھجو گتا ہوں اور مجھے امید ہے کہ آپ کی توجہ اور سعی سے تعلیم
میں بمنظوری صاحب ڈائئریکٹر بھادر اس کتاب کی صدھا جلدیں
خریدی جائیں گی اور انھیں قدردانیوں اور ایسی ہمدردی سے یہ کتاب

۱۔ ممتاز علی آئے کے مذکورہ بالا خط کا ایک دلچسپ پس منظر ہے۔
اس پس منظر کو ضمیر دوم میں پیش کیا جائے گا۔

۲۔ حضرت امیر میناؤ کے شاگرد تھے اور فدا تھاں کوتے تھے۔
مزید معلومات کے لئے ملاحظہ، ہو ”دستان امیر میناؤ“،
عرفان عباسی ص ۲۸۱ -

اختتام کو ہمچھیرے کی جس کے نہ صرف حضرت مؤلف مدظلہم العالی
معنوں ہوں گے بلکہ ملک اور زبان پر بڑا احسان ہوگا۔
اس باب میں مجھے آپ سے کچھ زیادہ ہر ض کرنا حکمت بالقمان
آموختن ہے۔ البتہ اتنا اور اطلاعات گزارش کروں گا کہ صاحب
ڈائریکٹر بھادر نے اشتھار ملاحظہ فرمائے ہو اس کی جلد خرید
فرمائی ہے۔

فقط

آپ کا ادنی خادم
محمد ممتاز علی، سیکریٹری

۶۔ بنام شیخ وجہ الدین
مطبع نظامی، لودھیانہ

۲۶ مارچ ۱۸۹۳ء۔
دفتر امیر اللغات رامپور استیث
جناب من!

عنایت فرمائے، لغات عربی اردو موسوم ہے نظام قادری مؤلف
شیخ غلام قادر صاحب ڈسٹرکٹ اور میئر امانت سر کا مجلد نسخہ
وہیوں پر ابھل بھوج دوچھیرے - زیادہ نہاز۔
آپ کا نیازمند: محمد ممتاز علی عفی عنہ

۷۔ بنام ریاض احمد صاحب ریاض
۲۲ اکتوبر سنہ ۹۳ع۔

ملی ہے یار نے مہندی عوض لوں کم ادائی کا
نصیب دشمناں کیا وقت ہے بے دست و ہائی کا
اہائی ریاض۔ خیر یہ چھپڑ تو اس لیئے ہے کہ تم کو غصہ
آنے اور مجھے کو ہمار۔ لیکن لکھتا یہ ہے کہ تم کو متمن زدون

اور بلا کشوں کا اصلی حال معلوم نہیں ہے، اس لئے تمہاری خفگی اور شکایت کا تھرما میر بڑھا ہی جاتا ہے، یا یہ کہ تم اتنی دور بیٹھے ہو آنکھ اوث بھاڑ اوث، نہ ہم سب کی حالت زار آنکھوں سے دیکھتے ہو نہ تمہارے دل پر اثر ہوتا ہے اور اگر جان بوجہ کرو یہ گلے ہیں تو پکنے بھے درد ہو، پھر تم سے کیا شکوہ۔

درد دل درد آشنا جانے
کونسی بھے درد ہو تو کیا جانے

تم ڈرا دل میں انصاف کرو کے میر سے ماموں حافظ محمد محمود علی نے انتقال کیا اور وہ غم الہائی کو جو روز بروز بڑھتا جائے مجھے دنیا میں چھوڑ گئے۔ ان کی بڑی لڑکی سخت علیل ہیں۔ میرا جی کچھ بھلتا ہے تو اس کی تیمارداری میں۔ بھائی محمد احمد مسیحی دو مہینے سے سخت علیل ہیں، ضعف بے حد بڑھ گیا ہے۔ منشی صاحب قبلہ اپک دن اچھے نہیں رہتے، ہر مہینے میں کچھ نہ کچھ گھٹ جاتے ہیں، گھنٹوں بیشاب کی وہ تکلیف رہتی ہے کہ ہم سب کے حواس درست نہیں ہوتے۔ بعض بعض وقت تو ضعف دماغ اور درد سر کرے، میب مجدد نہیں کیا جاتا ہے۔ لغت میں ہزاروں روپے کی کی قرض داری ہو گئی۔ اپک جلد نہیں بکتی۔ کیڑا کھائی جاتا ہے۔ یہ قرض کس کے گھر سے ادا کیا جائے اور پھر تھوڑے نہیں پندرہ سولہ ہزار اور آگرے کی تالیف ہند ہوتی جاتی ہے۔ کس کی گردہ کائی جائے۔ کام اتنا مشکل ہے کہ دو برس سے کم میں کسی طرح حصہ نہیں نکلتا۔ ملک میں سرد بازاری بڑھتی جاتی ہے اور ان تمام آلام و افکار ہر طرہ ہے کہ قبلہ و کعبہ کو شعر کھنے بلکہ شعر دیکھنے سننے سے قطعی نفرت ہو گئی ہے۔ جو زمانہ شاعری کے مشغلے میں

گزرا اس پر ہی افسوس فرمایا کرتے ہیں، یادِ اللہی میں مصروف رہتے ہیں یا کتب دینیہ پڑھایا کرتے تھیں۔ ہر وقت یہی چرچا ہے یہی مشغل، دو چار درخواستیں شاگردی کی روز آنی ہیں مگر یا جواب قلم انداز ہوتا ہے یا عذر لکھا دیا جاتا ہے۔ یہ بھی آپ صاحبان کی خوش نسبتی ہے کہ ہر طرح کی غزل ہر اصلاح ایسی ہو جاتی ہے۔ غرضِ دل تو یہاں مٹی ہو رہے ہیں، پھر کوئی کیا خود غزل کہے کہا دوسروں سے کھا لوئی۔ ہاں اللہ رحم فرمائے تو سر آنکھوں سے گل چین اکے لیے غزل کہی جائے۔ جب دل ہر جبر کرنے سے بھی کام نہ چلے تو تمہیں بتاؤ کہ کیا کیا جائے۔ اس غزل کو منشیِ صاحب نے... مزاج کی حالت میں ملاحظہ فرمایا ہے، اصلاح سمجھ سے لکھا وادی ہے اور قم سے اور

۱۔ ”گل چین“ لکھنؤ سے ۱۸۹۱ء میں جاری ہوا۔ بعد ازاں گور کھپور منتقل ہو گیا، پھر ۱۹۱۶ء میں بند ہو گیا۔ دوبارہ غالباً لکھنؤ سے جون ۱۹۱۷ء میں جماری ہوا (تاریخ صحافت، امداد صابری، جلد سوم، ص ۵۴)۔ جیساکہ ”دامن گل چین“ کا بھلا پرچ ۱۸۸۵ء میں ظائف میں شائع ہوا۔ اس کے نگران خود امیر اور مہتمم محمد احمد تھے۔ اپریل کا پرچ، لیکنہو میں طبع ہوا۔ امیر ۱۸۸۶ء میں تواب کلب علی خان کے بلازی ہر رامپور آگئے تو ”دامن گل چین“ واحد علی بسمل کے سپرد کیا۔ آخری مرتبہ ۱۸۹۹ء میں لطیف احمد اختر مہنائی نے اسے نکلا، پھر وہ بند ہو گیا۔ (مطالعہ امیر، ڈاکٹر ابو محمد مسیح لکھنؤ، نسیم بک ڈبو، ۱۹۲۰ء، ص ۱۰۶)۔

بھاؤی وسیم - ۱ سے بہت بہت دعا کے بعد فرماتے ہیں کہ جتنا تم کو "کل چین" میں میری غزل اور کلام اصلاح نہ ہونے سے رنج ہے اس سے کہیں زیادہ مجھے افسوس اور حسد ہے، مگر کیا کروں۔ اب تو ہمت سے بھی کام نہیں چلتا ہے۔ مجھے معاف کرو اور خدا کے لیے بُر دردی اور ہے توجہی سمجھے کے کبیدہ اور رنجیدہ نہ ہو۔ فقط تمہارا خیر اندیش

ممتاز

۸- بنام منشی محقق الدین صاحب اشک
بھنڈی بازار، بمبئی۔

۲۸ جنوری ۱۸۹۳ء

رام بور اسٹیٹ دفتر امیر اللغات۔ ۲

آپ کا قدیم نیازمند ممتاز، نیازمندانہ، تسلیم کے بعد "زبان" کی ایک کاہی عطا ہونے کا شکریہ ادا کرتا ہے۔ "زبان" کی امداد جو ۱- وسیم خیر آبادی دفتر امیر اللغات کے پہلے معتمد تھے۔ تفصیلی معلومات کے لیے مأخذات کی نشاندہی گذشتہ مقالے "دفتر امیر اللغات" میں کردی گئی ہے۔ ۱۸۵۷ء کے لگ بھگ پیدا ہوئے، مارچ ۱۲۲۹ھ میں وفات ہائی۔

۲- ممتاز علی آہ کا، خط اضافی تحریر کے طور پر امیر کے ۲۸ جنوری ۱۸۹۳ء کے ذیل میں آتا ہے جو منشی محقق الدین اشک ماکن بھنڈی بازار کے نام ہے چنانچہ آہ کا، خط ہی اس مکتوب الیہ کے نام قرار پاتا ہے۔ امیر نے اپنے اس خط میں ہزارہ سالی کے سبب براہ راست رسالہ "زبان" میں لکھنے سے معدرن چاہی ہے مگر اس قدر ضرور لکھا ہے کہ "اگر ممتاز چاہیں تو لکھ دیں گے... میں نے ممتاز سے کہا تو ہے اور ان کو خود بھی تمہارا خہال ہے۔"

کچھ اس کے اسکان میں ہوئی بسروچشم مدد دے گا۔ اگرچہ ممتاز اب وہ ممتاز نہیں رہا ہے، اور غالباً آگے چل کر اتنا بھی نہ رہے مگر جو بات امکان میں ہوگی آپ سے اس کے لئے گزیز نہیں ہے۔ فقط ممتاز

۹۔ بخدمت جناب مولوی محمد حسین صاحب
دیوان ریاست کنہرا گڑھ۔
مئی ۱۸۹۳ء۔

باب کی طرح شفیق میرے ہمارے ماموں! دو عالیٰ نامے
رجسٹرڈ ہہنچے میں نے گویا رحمت النبی کے نمونے دیکھئے۔ اللہ
الله، جب مجھ سے نکرے ناکارہ خطا کار پر اس قدر شفقت فرمائے ہیں
تو اس کی رحمت کا ایسا دوار کیوں نہ ہوں اور اس کے فضل و کرم
ہر کیوں کر بھروسہ نہ کروں۔ کوتاه قلمی کا سبب پھلے تو میری
ہی... اور خود فراموشی رہی، اس کے بعد اس قصور کا حجہاب
بڑھتا گیا، جس کے ہاتھوں اتنے دن میں اس دولت سے محروم رہا
جو ایک عمر کے بعد میحسن آپ کی بزرگانہ فیاضی سے مجھے مانے
لگی تھی۔ اونکن زہرے نصیب میرے کہ آپ کے سریانی الطاف
کا دریا جوش میں آیا اور بغیر اس کے کہ قصور کوتاه قلمی کا پوچھ
کر اس کے معقول و نامعقول ہونے پر خور فرما لیا جائے، عفو قصور
فرما دیا گیا۔ میں دیکھتا ہوں تو محبت اور عنایت کی دنیا میں ۴۱
اصول جاری ہیں، مگر آپ کے عالیٰ خیال نے مجھے شفقت کی وہ
نئی دنیا دکھا دی جہاں اصول و قواعد کی جمہوری سلطنت نہیں
ہے بلکہ مہربانی میحسن کی حکومت ہے اور یہ طرز حکمرانی آپ کا
نوایجاد آلہ ہے جس سے دل کی اقلام، چشم زدن میں ہوشہ کے لئے
ایسے اسٹھکام کے ماتھ فتح ہوتی ہے کہ اگر غنوم بھی دیکھئے

تو وہاں کی رعایا آپ کی مجبت کے جوش میں بیہر پڑئے۔ ماسوں صاحب امیں پورا غور کرنے سے بھی نہیں سمجھہ سکتا کہ ذلیل ممتاز کے حال ہر جو زمانے کے ساتھ بغاوت کرنے کے جرم میں کام یا ہی اور امید کے سرسبز اور آباد ملک سے ناکامی اور پاس کے کالے ہانی کو بھیج دیا گیا ہے۔ (کذا) اور جہاں وہ بھی ہیوند خاک ہو چکا ہے اس قدر کیوں النفات خاص ہے۔ ہاں مجھے بھی سمجھنا چاہئے کہ اللہ تعالیٰ ہی محض رحمت ہے اور یہ شفقت بزرگانہ خدا کی طرف سے ہی لذت بخش نعمت ہے کہ اگر اپنی ناشاد زندگی کے ہر سکنڈ ہر شکر ادا کرتا رہوں تو بھی اس کی لذت کو شکایت ہی باقی رہے۔ قبلہ و کعبہ میں اپنی حالت آپ سے کیا عرض کروں، اس کا تو اب یہ حال ہے کہ آپ کی شفقت کا شکریہ لکھنے بیٹھا، اس میں بھی دو چار دل دکھانے والے الفاظ سے اپنی جھاک اس نے دکھا دی افسوس مجھے کو اپنے حال ہر، اس وقت انسوں کی انہتا ہے جب افسوس کو بھی مجھے سے عار ہے اور میں حد کو پہنچ جانے والے ماہیوسی کے عالم میں انسانیت کی دنیا کو حسرت کی نگاہِ واہسیں سے دیکھ رہا ہوں۔ میرے درد کی تو یہ شعر بھی دوا نہیں ہو سکتا

رات دن گردش میں ہیں سات آسمان

ہو رہے گا کچھ نہ کچھ گہبرائیں کیا

یہاں جہالت کی زمین نے امن طرح ایک پہلو کھالیا ہے کہ اس کا شبہ، بھی نہیں ہوتا وہ حالت ہے کہ چھپے سے بھی دانت نہیں کھلتے جو یہ خیال ہو کم شاید حلق سے دوا اتر جائے۔ استقبال حال سے ماضی ہوا چاہتا ہے۔ ہو کیا رہے گا، جو کچھ ہونے والا ہے وہ آنکھوں کے سامنے سے گزر رہا ہے۔ دو ایک نامور بزرگ یا دوست طبیب جن کی شفقت یا دل نوازی رحم کہا کر میرے علاج کو

آنا چاہتی ہے وہ مرض کو دیکھ کر ماہوسانہ لہجے میں کہتے ہیں کہ یہ زندگی موت کے سنتھالی ہیں، اب ہمارا کوئی نسخہ نہیں سنبھال سکتا۔ افسوس، میں اپنی آرزوئیں اپنے ساتھ لے جاتا، کچھ مضائقہ نہ تھا وہ سیری ہیں، مگر ستم تو یہ ہے کہ قتل خیانت اور لیوٹ مار کا سرتکب ہوا چاہتا ہوں اس واسطے کہ بیشتر آرزوئیں میرے ساتھ خون ہو چکیں اور باقی ماندہ کو اپنے ساتھ لے جاؤں گا۔ انگریزی جس کا آج کل راج ہے اول تو ہڑھی ہی کیا تھی اور جتنی ہڑھی تھی وہ ہی بے ہڑھی ہو گئی۔ وہی انگریزی ہے جس کے پہنچے عربی فارسی سے بھی بالکل بے بھرہ رہ گیا۔ پھر جب ہاتھ پاؤں ہی نہیں ہیں، لولا اہاہم ہوں تو کام یا یہ کے پہل خود بخود آسمان سے (میرے لیے) پٹک پڑنے سے رہے، اس حالت میں اس پرندہ پر میری نگاہ حسرت پڑ رہی ہے جو گھونسلے سے بہت دور بے پرواہ، ایک درخت کے کھروں میں پڑا ہوا ہے۔ رزاق بے حساب کے حکم سے ایک عقاب اس کا رزق اس کو ہہنچایا کرتا ہے، بہر حال (شعر) :

آس اس کی کرہی کی مرے دل سے لگی ہے
خود جس کی عطا کا

دنیا کا یہ نقشہ، دین کا وہ حال ہے کہ تو یہ بھائی۔ اب یہ نوبت ہہنچی ہے کہ گناہ کا وکیل خیال فاسد نام تقدیر خود جس کی عطا کا... اور تدبیر کے جھگڑے میں میری ہر حالت... حق میں فیصلہ کر دینے کو مجبور کر رہا ہے گہبرا گہبرا کے کئی بار دل میں آیا کم اور کمیں نہ کانا نہیں ہے تو اب آپ ہی کی خدمت میں جا رہوں۔ جب سے حافظ صاحب کا انتقال ہو گیا ہے۔ ان کے

اہل وعہال کو چھوڑ کر جن کا ہر وقت شریک حال کوئی نہیں
ہوتا، چاہرے ان لوگوں کو میری اس قدر ضرورت نہ ہو مگر میرے
دل سے تو یہ تمنا نہیں جاتی کہ :

الہا دل زندگی سے جان بھی ہو کر حزین نکلی
... ہے تو ری حسرت پر نہیں نکلی نہیں نکلی

بہت خجال دوڑاتا ہوں، اس ریاست میں کسی کی سفارش سے
تھوڑا بھی تعلق سرکاری ہو جائے تو یہیں ہڑا رہوں لیکن یہ خجال
خام معلوم ہوتا ہے اور اب یہ دل میں مجبوری سے ٹھان ای ہے کہ
دو ایک مہینے بھاں کا رنگ اور دیکھ کر کسی طرف چل کھڑے
ہونا چاہیئے، یا قسمت یا نعمہ بند آپ ہی میرے خجال سے اس طرف توجہ
فرماقے کم اس ذرا سی ریاست کو چھوڑ کر کسی بڑی ریاست کے
دیوان ہا کم سے کم کوئی اور افسوس بالاختیار ہو جائے۔ مجھ سے جاہل
کی کہوں کھپت ہو سکتی ہے تو کسی ریاست میں جہاں ہیٹ بھر
کے روئی ملنے کا سہارا ہو۔

لغت کا ابتدائی حال تو حتماً اول کے دیباچے سے معلوم ہوگا،
اس قدر اور ہے کہ سوا ریاست عالیہ بھوپال کے اور کسی ریاست
ذرے کچھ بھی امداد نہیں کی۔ اسی ریاست سے کچھ اور ابھی

۱۔ ۱۸۹۷ء میں امیر نے حیدرآباد دکن کے صفر کا ارادہ کیا لیکن
بھوپال میں اتر گئے اور کافی دن وہاں گزارے۔ آن کی بھوپال
میں بڑی ہڑت تھی۔ آن کو دربار سے وقتاً فوقتاً امداد بھی ملتی
تھی۔ امیر نے دوسری مرتبہ حیدرآباد دکن جاتے ہوئے ہوئے بھوپال
میں قیام کیا۔ آن کی یادگار کے طور پر ان کے شاگردوں
نے ایک گلداستہ ”گلبن سفون“ مثل پیام بار کے جاری کیا جو
(باقی حاشیہ صفحہ ۳۸۹ بر)

قرضہ ملا تھا وہ بھی ختم ہو گیا۔ پلک نے بھی کچھ قدر نہیں کی تھی، یہ ہے کہ ہندو ہزار روپیہ ریاست کا اس کتاب کی بدولت منشی صاحب ہر قرض ہو گوا ہے۔

لغت کا کام آئندہ کے لیے گویا بند ہے۔ نہ کتابیں لکھتی ہیں نہ کوئی رئیس ہا گورنمنٹ فراغ حوصلگی کو کام میں لازمی ہے۔ افسوس ہے کہ ایسی کتاب قدردانی مفقود ہونے سے اختتام کو ہمچلتی معلوم نہیں ہوتی۔ تیسرا حصہ بعض موانع سے اب تک چھپنے کے قابل نہیں ہوا۔ اس حصے میں صرف ب کے لغات ہوں گے۔ حالانکہ

(صفحہ ۲۳۸ کا بقیہ حاشیہ)

کئی سال تک نکلتا رہا۔ امیر اور بھوپال کے حوالے معلومات ڈاکٹر سلیم حامد رضوی نے اپنے مقالے ”اردو ادب کی ترقی میں بھوپال کا حصہ“ (ادارہ ادب و ترقید، بھوپال، ۱۹۶۵ء) میں اور امیر کے سوامی نگاروں ممتاز علی آء اور جلیل مانک ہوری نے اپنی اپنی کتابوں میں درج کی ہیں۔ اس کے علاوہ عبدالقوی دستوی کا ایک مخصوص ”امیر مینائی بھوپال میں“ (مطبوعہ ادیٰ دنیا، لاہور، مارچ ۱۹۷۰ء، ص: ۲) بھی قابل لعاظ معلومات فراہم کرتا ہے۔

- نواب مشتاق علی خان (والی رامپور) نے ہندو ہزار روپیہ لغات کے لیے قرض دیا تھا۔ یہ قرض امیر اپنی زندگی میں ادا نہ کرسکے۔ امیر کے بعد ریوہ، ان کے بھٹے محمد احمد مینائی کی تنخواہ سے وصول کیا گیا۔ بقول اسماعیل احمد مینائی ”اس قرض میں اور اضافہ ہو گیا تھا۔ اس قرض کی بہت سی مشکلات میں بشیر حسین زیدی (چیف منسٹر رام ہور) کی زیادتوں کا بھی ہڑا دخل تھا۔“

اختصار ملحوظ رکھا، مگر زبان کا آخر بھی لاؤ ہے، کہاں تک (اختصار ملحوظ رہے)۔ آپ کچھ ضرور لکھئے، مگر چھوٹنے سے ہم لوگ بھائی دین، اس لیے کہ اس کی مالیٰ حالت کا اظہار یہاں کی پالیسی کے خلاف قلم سے ذ نکلنے ہائے۔

محمد ممتاز علی

۱۰ - بنام

رام پور امیث، دفتر امیر اللغات

- ۱۸۹۳ دسمبر ۱۹

جناب الڈین صاحب مکرم بندہ تسلیم و تکریم۔ آج آپ کے اخبار و فدادار سورخ، ۱۰ دسمبر میں ایک حل طلب معما منشی مقبول احمد امرتسری کا لکھا ہوا نظر سے گزرا، جس کے حل کرنے کے ھوض میں ایک عمدہ ناول دینے کا وعدہ کیا گیا ہے۔ ناول کی چاٹ نے مجھے اس کے حل کی طرف متوجہ کیا ۱۔ اور اتفاق سے آج ہی اسی وقت حل ہو گیا۔ تفصیل کے ساتھ لکھ کر بھیجا ہوں۔ اہنے اخبار میں اسی معیم کا حوالہ دے کر چھاہئے اور ناول موعودہ بہت جلد بھجوائیے۔ آپ سے اس قدر احتیاط کا مستدعا ہوں کہ جب تک چھپ نہ جائے اغیار کی نظر سے محفوظ رہے۔

آپ کا نیاز مند ہے

محمد ممتاز علی

۱۔ امور، دفتر امیر اللغات میں لغت کے علاوہ کسی اور تذکرے کو ہستہ نہیں کرتے تھے۔ ممتاز علی آپ کو ناول سے بڑی دلچسپی تھی۔ وہ لکھتے ہیں کہ مجھے ایک ناول لکھنے کا شوق ہوا۔ کبھی کبھی رات کو کچھ لکھتا تھا۔ ایک دن اتفاق سے حضرت کی نظر پڑ گئی۔ کھنے لگئے "بیٹا تم تو لغت کو ناول بنادو"۔ ("امیر مہنائی" ص ۹۳)

حل

فارسی کا پنجم حرفی لفظ کانون ہے جس کے معنی انگلیوی- لہاروں کی بھٹی اور بھاڑ ہیں۔ اس کو آگ سے سروکار ہونے کے سبب سے آتش خور کہا گیا۔ جاڑوں میں آتش دان کو امیر غریب سبب عزیز رکھتے ہیں۔ مر عورت سے مراد سوزن ہے جسے لہار بھٹی سے مدد دے کر بناتے ہیں چھوٹا مرکاف ہے اس کی جگہ بڑا سرینی قاف لگادپنے سے قانون بن جاتا ہے جو زیب عدالت ہے۔ مکان اور بازار میں اس کا ہونا ظاہر ہے۔ پر پرزاۓ قوڑنے پر یہ صورتیں پیدا ہوتی ہیں۔

پہلا دوسرا تیسرا حرف ایک عضو بدن/چہرہ ہے کہ ان، کان پہلا چوتھا پانچواں ایک قسم استفہام ہے ک و ن، کون ک ن، کن کے پہلا تیسرا بھرے کی فارسی ہے معنی هندی میں کترہیں اور کربھرے کی فارسی ہے۔

ک و، کو	پہلا چوتھا گلی کوچہ ہے۔
ن و ن، نون	پانچواں چوتھا تیسرا ایک حرف ہے۔
ن و، نو، ۹	پانچواں چوتھا ایک شماری عدد ہے۔
تیسرا دوسرا پہلا دوسرا عضو بدن/چہرہ ہے۔	ن ا ک، نا ک
پانچواں چوتھا دوسرا تیسرا صفت عددی ہے۔	ن و ا، نواں
تیسرا چوتھا پہلا برجھی کا ہهل ہے۔	ن و ک، نوک
تیسرا دوسرا پانچواں روزمرہ کی غذائی انسانی ہے۔	ن ا ن، نان
پہلا تیسرا چوتھا دوسرا ہانی کا مخزن ہے۔	ک ن و ا، کنوا

ن ا و، نا کو	تیسرا دوسرا ہملا چوتھا آبی جانور ہے۔
(مگر بچہ)	
ک ن و، کنون	ہملا چوتھا تیسرا پانچواں اب ہے۔
ک و ن، کون	پہلا چوتھا تیسرا بتاؤ کون ہے۔
ک و ا، کوا	ہملا چوتھا دوسرا کہو سیاہ پرنده ہے۔
ک ا و، گا و	ہملا دوسرا چوتھا شیردار چوبایا ہے۔
و ن، ون	چوتھا تیسرا ایک انگریزی شماری عدد ہے۔
ا ن، آن	دوسرا تیسرا وقت کا بہت کم حصہ ہے۔
ا ن، ان (وہ)	دوسرا پانچواں اسم اشارہ بعد ہے۔
ا ن، ان	دوسرا تیسرا تحقیق عربی ہے۔
پانچواں دوسرا تیسرا ہملا اہل ہندو کا مرشد ہے۔ ن ان ک، نانک	
ن ا، نا	
تیسرا دوسرا نہیں ہے۔	
تیسرا دوسرا چوتھا دریائی راستہ (صہ: سواری) ہے۔ ن ا و، ناو	
تیسرا دوسرا چوتھا ہملا حریہ جنگی ہے۔	ن ا و ک، ناوک
و ا، وا	چوتھا دوسرا کشادہ لفظ ہے۔

بوجہ لہجے اور ناول دیجئے

رقم : مجدد ممتاز على آه

سیکریٹری دفتر امیر اللغات رام پور استاذ

۱۱۔ بنام : حکیم محمد عمر صاحب فصیح

شهر الور، خوبی قاضی حکیم محمد زکریا بیک صاحب

۱۲۔ اپریل ۹۶ع

دفتر امیر اللغات، ریاست رامپور

جناب من سلام ، کارڈ جواب طلب ہذیرع مطبع سفید عام آگرہ
موصول ہوا۔ جواب ملاحظہ ہو۔

امیر اللغات کے دو حصے چھھے ہیں اور ہر حصے کی قیمت
چھ روپیے ہے۔ ہمیں حصے میں تین ہزار کے قریب الف محدودہ کے

لفت ہیں اور دوسرے حصے میں الف مقصودہ کے لغات مارٹھے توں
ہزار کے قریب ہیں دونوں حصوں کی صدھا جلدیں موجود ہیں، جس
قدر مطلوب ہوں دفتر امیر اللغات سے طلب کیجیے اور جناب قبل و
کعبہ حضرت امیر کی تصانیف سے دو کتابیں اور بھی اسی دفتر سے
مل سکتی ہیں۔

دیوان دوم عاشقانہ موسوم ہے صنم خالہ عشق، دو روپیں۔ خیابان
آفرینش، نثر کا میلاد شریف مع دیوان نعت ایک روپ۔

مید محمد مقاز علی
سکریٹری دفتر امیر اللغات

۱۴ ابریل ۹۶ع

۷۔ مکتوبات جلیل حسن جلیل مانک پوری ۱-

- بنام حافظ خلیل حسن صاحب -
برینائی تسلسل، صفحہ ۱۳۰۸
رام ہو ر

۱۔ جلیل حسن جلیل مانک پوری ۱۸۶۲ع میں پیدا ہوئے۔ ۱۸۹۰ء
میں امیر کے کھنے پر رام پور آئے اور ۱۹۰۰ء میں امیر کے
ساتھ دکن گئے۔ سن وفات ۱۹۳۶ء۔ مزید معلومات کے لیے
ماخذات کی نشان دہی راقم کے گذشتہ مقالے ”دفتر امیر اللغات“
میں کی گئی ہے۔

۲۔ خلیل حسن جلیل مانک پوری ۱۲۲۶ھ میں پیدا ہوئے۔ وہ جلیل
حسن کے بڑے بھائی اور امیر مینائی کے شاگرد تھے۔ امیر کے
کھنے پر وہ بھی رام پور آ گئے تھے۔ کئی سال ان کے ساتھ رہے۔
مزید معلومات کے لیے دیکھئیں: ”دیستان امیر مینائی“ از عرفان
عابصی، ص ۱۶۷ -

۳۔ اس خط کے فوراً بعد امیر کا خط بھی منقول ہے جو خلیل حسن
(بقیہ حاشیہ صفحہ ۳۵۲ ہر)

مخدوم و مکرم بنندہ، بہائی خلیل حسن صاحب ا
تسلیم و تکریم۔ غزل آپ کی حضرت کے ملاحظے سے گزر کر
روانہ کی جاتی ہے۔ آپ کے خط کے جواب میں جو کچھ حضرت نے
ارشاد فرمایا ہے اس کو میں اپنی زبانی عرض کرتا ہوں۔ بالفعل
آپ کو ریاست بھوپال بھیج دینے میں کام یابی کی امید نہیں ہائی
جاناتی، کیونکہ معاملات وہاں کے آج کل کچھ الجھے ہوئے ہیں
اور خبریں مختلف طور پر سننی جاتی ہیں اور حضرت کے تشریف
لے جانے میں ابھی قریب تھن مہینے کا عرصہ معلوم ہوتا ہے۔ کیونکہ
کم حصہ اول دو ڈھائی مہینے سے اوپر چھپ کر تھا نہیں ہو سکتا۔
اسی حالت میں امید موہوم ہر آپ کا تنہا سفر کرنا مفت میں زیر بار
ہونا ہے۔ اب چوں کہ آپ مکان میں بیکار بیٹھے ہوئے ہیں، لہذا

(صفحہ ۳۵۳ کا بقیہ حاشیہ)

کو لکھا گیا ہے۔ اس خط میں بھی امور نے خلیل کو رام ہو
آجائے کے لئے لکھا ہے اور یہاں تک لکھ دیا ہے کہ ”جس
طرح میں اپنے لڑکوں کو کچھ دیا کرتا ہوں امی طرح ہمارے
ستاز و جلیل کو بھی دیتا ہوں۔ جلیل ہی کا برtaو تھا رے
ساتھ کیا جائے گا۔ گھر میں پڑے رہنے سے یہاں آنا، یہاں رہنا،
عمر میں مشاغل میں جی بھلانا بہتر ہے۔“ امیر کے اس خط پر تاریخ
۲۴ صفر سن ۱۸۹۸ درج ہے۔ پر ہنائی تسلیم جلیل حسن
کا خط بنام خلیل حسن، اسی تاریخ کا قرار ہاتا ہے۔

۱۔ ”امیر پہلی مرتبہ بھوپال ۱۸۹۷ء میں گئے“ (اردو ادب تی
ترقی میں بھوپال کا حصہ، از ڈاکٹر سلیم حامد رضوی، ص ۲۳۱)۔
گویا اس خط کے تحریر کرنے کے سات سال بعد۔

مناسب ایسا نظر آتا ہے کہ آپ سرست بہان تشریف لائیں یہ گھر اہنا گھر ہے۔ جس طرح میں یے تکلفِ رہتا ہوں، بالفعل آپ یہی رہیں۔ کچھ دن میں دفتر کے کام سے بھی آپ کو واقفیت ہو جائے گی۔ بعد اس کے خدا چاہے گا تو بشرط رونق کار یہیں گنجائش ہو جائے گی... یا حضرت اپنے ساتھ بھریاں لئے جائیں گے۔ بہر حال بہان رہ کر کوئی نہ کوئی صورت انشاعالہ نکل ہی آئے گی۔ یہ تحریر حضرت کے ارشاد کے مطابق لکھی ہے۔ اب میں اپنی رائے ظاہر کرتا ہوں کہ آپ کا تشریف لانا خالی از بہبود نہیں اول تو حضرت کے تعامل ارشاد کے باعث، افتخارِ نشانیں ہے دوسرے ایسی صحبت سراہما منفعت و برکت کس کو نصیب ہوتی ہے۔ ماسوانی امن کے مجهیں بھی آپ کی وجہ سے ہر طرح کا اطمینان و اطمینان حاصل رہے گا اور آئندہ کے لیے امید بہبودی کی، قوی ہے۔ آئندہ جو سے آپ کی رائے ہوگی۔

فقط جلیل حسن از رام پور

- بنام مجمع محامن اخلاق، منشی قادر حسین قادر، حیدرآباد دکن -
ملازم نواب عزیزالدین خان صاحب بہادر ناظم عطیات، اندرون
کمان مغل پورہ، روپوٹھ مکان میر ریامت علی صاحب داروغہ، بر
مکان میر احمد علی خان صاحب عرف بیان جان صاحب حیدرآباد دکن۔

۲۸ دسمبر ۱۸۹۵ء

دفتر امیر اللغات، ریاست رام پور۔

مجمع محامن اخلاق زادت اخلاق قکم -

تسليم و تکریم، گرامی صحقوہ جس میں آپ کے آنا ولی نعمت
کی اصلاح طلب غزل تھی، بنام نامی بندگان اعلیٰ حضرت جناب
قبلہ منشی امور احمد صاحب مدظلہم العالی آکر کاشف ما فیہا ہوا۔

نصیب اعدا حضرت کا مزاج تقدس امتحاج صحیح نہیں رہتا۔ علاوہ ضعف پیرانہ سالی و خستہ حالی کے، بعض امراض مزمنہ نے مدت سے زنجور و معدنور کر رکھا ہے۔ فلمہذا شعرو سخن کے مشاغل کی طرف طبع عالی متعالیٰ کو التفات نہیں ہے۔ معزز تلمیدان قدیم و جدید کا کلام نزدیک و دور سے یہ کثرت آتا ہے۔ انہیں ایک نظر ملاحظہ فرمائی کی حضرت رہی ہے اور یہاں اس طرف نگہ الہانی کی بھی ذوبت نہیں آتی۔ مگر حضرت کے اخلاق چونکہ وسیع ہیں، آپ نے اپنے آقا ولی نعمت کا شوق تلمذ جو حد سے زائد ظاہر فرمایا تو باوصفت ہجوم موائع غزل اصلاح شدہ آپ کی خدمت اور کمترین کو حکم دیا کہ میں غزل اصلاح شدہ آپ کی خدمت میں بیهجه کر حقیقت حال حرف کردوں۔ امید ہے کہ آپ اس کی رسید سے ضرور مطمئن فرمائیں (گے)۔ حضرت کے دیوان دوم کی جس کا نام "ضم خانہ عشق" ہے ۔۔۔ تہذیب و تکمیل ہو رہی ہے، بلکہ ہو گئی ہے۔ امید ہے کہ عنقریب طبع ہو کر نظر افروز عالم ہو گا۔ اعلیٰ حضرت آپ کے آقا ولی نعمت کی خدمت میں سلام و نیاز اور آپ کو سلام مسنون کہتے ہیں۔

اخلاص منہ، جلیل حسن جلیل

از دفتر امیر اللغات، ریاست رام پور

۱۔ یہ دیوان اس خط کے لکھنے کے تقریباً تین سال بعد ۱۸۹۸ء میں شائع ہوا جیکہ امیر کا پہلا دیوان "مرآۃ الغیب" ۱۸۸۳ء میں طبع ہوا تھا۔ جنوری ۱۹۲۲ء میں دوسری بار نول کشور لکھنؤ سے شائع ہوا۔ علاوہ ازین دوسرا دیوان "ضم خانہ عشق" دوسری مرتبہ ۱۹۱۳ء میں امیر المطابع، حیدرآباد دکن سے شائع ہوا۔

تکملہ سخن یہ ہے کہ ایک قافیہ میں غزل اوسی سیور فرمائی
گئی کہ اس سے طباعی اور ذہن عالیٰ کی رسانی صاف ظاہر ہے۔
حضرت نے اصلاح کم دی ہے، اس وجہ سے کہ طبع ہمایوں حضرت
مصنف سے آگاہی نہیں کہ زیادہ اصلاح پسند ہے یا اتنی بھی
گران گزرے گی۔ آئندہ رسم خط و کتابت سے مزاج شناسی ہو جائے
گی تو اس کے موافق اصلاح دی جائے گی۔ ۱

۳۔ بنام مولوی سید محمد حسین صاحب بہادر، دیوان رہاست
کھیرا گڑھ

کھیرا گڑھ۔ ضلع رائے ور -

۸ مارچ ۱۸۹۶ع -

رام اور -

عالیٰ جناب مستغنى عن القاب زادت التفاتكم

آداب بعد ادب قبول ہو۔

۲۔ مارچ کا قدیمی صحیح، آیا۔ اس کے آئے اور شرف صدور لانے
سے جو عزت، مفاخرت اور سعادت مجھے حاصل ہوئی اس کا شکریہ
جدا گاہ، عرض کروں گا۔ اور اسی کے ماتھے اپنی کوتاه قلمی کا
عزز بھی لکھوں گا جس کی وجہ سے جناب والا کو اپنے خادم جلیل
ذلیل کی طرف زیادہ توجہ کردا ہڑی

بات رکھ لی مری قاتل نے گنہ گاروں میں

اس گنہ پر مجھے مارا کم گنہ گار نہ تھا

۳۔ خط کی آخری سطور امیر کے انداز اصلاح کی طرف متوجہ کرتی
ہیں۔ اسی طرح کی کچھ مثالیوں، مولوی نعیم الحق آزاد شیخ
ہوئی شاگرد امیر نے بھی "حيات الشعراء" میں درج کی ہیں
(حيات الشعراء، میرپور خاص سنده، ۱۹۶۹ع، ص ۲۳۶)۔

اس وقت صرف امور مستفسرہ کا جواب گزارش کرتا ہوں۔ دوسرے صفحہ پر ہو بلا حظ فرمایا جائے۔ واقعی مسئلہ بڑی الجھن کا تھا۔ مشکل ہے یہ پہلو نکلا گیا کہ وہ م مقابل ہی قرار دیئے گئے اور حضرت (اسیر) کی ترجیح بھی ثابت ہو گئی جو بہت صحیح تھی میں نے جوابات لکھ کر حضور میں پیش کر کے حضرت کی رائے بھی شریک کرنی ہے۔ اب جناب کی رائے ہو منحصر ہے۔ یہاں اللہ کے فضل سے ہے ہم وجہ خیریت ہے۔

فرمان بردار جلیل ذلیل

(دوسرے صفحے پر یہ جواب درج ہے)

۱۔ جناب قبلہ کی عمر اس وقت، چھ ماہ سٹھ (۶۶) یا سو سال (۷۰) سال کی ہے۔ یہ بہت صحیح ہے کہ ناسخ و آتش کی شاعری کی انتہا اور منشی صاحب کی شاعری کی ابتداء کا زمانہ ابک تھا۔ ان کے مشاعروں میں شامی عزیز کا اتفاق نہیں ہوا۔ ہر چند ولوہ شاعری اور جوش طبع عالی باوجود عمر ان مفرکہ الآراء مشاعروں میں شریک ہونے کو بھی ابھارتا تھا مگر بزرگوں کی عدم اجازت سے کبھی اس میں کام یا ری کا موقع نہیں ملا۔

۲۔ یہ شک کہت رائے اسی طرف ہے کہ منشی صاحب سے بہتر اردو کا کوئی محقق ماہر فن، قادر سخن، کامل شاعر نہیں، مصدقابل اگر ہیں تو باعتبار شهرت و مقبولیت کے داغ ہیں۔ لہذا اس اعتبار سے کہا جاسکتا ہے کہ جس طرح سورزا و میر، ناسخ و آتش اہنے اپنے زمانے میں مسلم العیوب مانے جاتے تھے اسی طرح فی (زماننا) امود و داغ مانے جاتے ہیں۔

۳۔ صحیح یہیں تک ہے کہ خلد آشیان نواب کلب علی خان منشی صاحب کے شاگرد تھے اور فردوس مکان یوسف علی خان بھی اہنے کلام

میں منشی صاحب سے مشورہ لئتے تھے۔ باقی عرش آشیان نواب مشتاق عالی خاں، حال نواب محمد حامد علی خاں بہادر نے نہ شاعری کی طرف توجہ کی نہ اصلاح لی۔ فلمہندا یہ مضمون (صحیح نہیں ہو سکتا) کہ رئیس حال اور ان کے باب دادا اور ہر دادا سب منشی صاحب کے شاگرد ہیں۔

تیسرا حصہ - کا حال ظاہر ہے۔ مدت سے تیار ہے اور روہیہ نہ (ہونے کی وجہ) سے طبع نہیں ہو سکتا۔ اب یہ کیا معلوم کر کب اس کے چھپنے کی نوبت آئے گی اور آئے گی بھی . . . (یا نہیں) ۲۰

۳۔ محمد نوح صاحب

پر گنہ کڑا، ضلع المآباد

مکرمًا السلام عليکم و رحمة الله برکات

آپ کا خط حضرت قبلہ و کعبہ کے نام آیا۔ مضمون مندرجہ کے دیکھنے سے کمال تعجب ہوا۔ آپ لکھتے ہیں کہ "آپ کے دوست ہر مہنے تین غزلوں بنا دیا کرائیں۔ چھے روہیہ سلام ان کو دون گا" اور اس کے ساتھ شرایط بھی لکھیں اور آخر میں یہ بھی ہے کہ در صورت نامنظوری کے دنہا پڑی ہے۔ باوجود لیاقت و فراہم یہ مخاوفت و دنائت، خیال میں نہیں آتا کہ آپ نے ایسا لکھا ہو۔ شاید چھے سو کی جگہ چھے کی رقم سہوا قام سے نکل گئی ہے۔ بہر کیف یہ تحریر ایسی نہیں کہ اس کے جواب میں حضرت قبلہ و کعبہ اوقات گرانیاں خائع فرمائیں۔ مختصر جواب یہ ہے کہ وہ صاحب ایسے نہیں ہیں جو ساکم آپ نے خیال کیا ہے۔ اس خیال سے اب آپ درگزربیں۔ "چرچا..."

۱۔ امیر اللفات، جلد سوم

۲۔ یہ خط نامکمل صورت میں ہے۔

کل ہر انجمن میں ہے۔ اس مصروع کی نسبت حضرت فرماتے ہیں کہ صحیح نہیں ہے۔ ہر کی ہائے ہوز گرتی ہے۔ اس مصروع کی جگہ یہ مصروع ہو تو اچھا ہے۔

شعر، اقرار فرد فرد کو اہل سخن میں ہے
 منتشر نظم قبضہ شاہ دکن میں ہے
 محبی ادیب و کرم رحمان صاحب کا مطلع فائز ہے۔

جلیل حسن سیکریٹری،

دفتر امیر الاغاث

ریاست رام ہور

۱۸ اپریل ۱۸۹۸ ع

۵۔ بنام محمد نوح صاحب تعلقدار
 نارا پر گنہ کڑا، ضلع المآباد۔
 رام ہور،

۲۷ اپریل ۱۸۹۸ ع۔
 محبی سلام مسنون اخلاق !

کھلا ہوا خط پہنچا، میری مجال نہیں کہ میں اس کو
 حضرت قبل و کعبہ کے حضور میں پیش کروں۔ اس کا مضمون دیکھ
 کر قطعی گمان ہے کہ حضور کو سخت ناگوار ہوگا۔ میں آپ کو
 ہمیں بھی لکھ چکا ہوں اور اب بھی لکھتا ہوں کہ اس خجال سے
 آپ درگزین اور اس بارے میں خط و کتابت کی زحمت نہ اٹھائیں۔
 والسلام

(شعر) برو این دام بر سرغ و گرفت
 کہ عنقا را بلند امت آشیان

فقط

جلیل حسن

۔ بنام مسید عبداللہ صاحب علم
بازار رام نرائیں، گھڑی سازوں کے کوئی، کانہور۔
دفتر امیر الغات، ریاست رام ہور۔

۲۹ اکست ۱۸۹۸ -

جناب من - تسلیم، نوازش نام آکر باہث منت ہذیری ہوا۔
حسب فرمائش، حضرت قبل و کعبہ کے حالات پذریعہ، رجسٹری
بھیجتا ہوں۔ اس کے ساتھ دو تاریخیں اور ایک غزل چھپی ہے۔
یہ غزل دیوان میں تو نہیں چھپی مگر ایک مرتبہ... چھپی
چکی ہے اور اب تو کچھ اس کی حاجت نہیں معلوم ہوتی۔
حالات اور تصانوف کا تذکرہ کافی ہے، اور حضرت کے کلام سے
بعض کتابوں کے ذکر میں جو قیمت لکھ دی گئی ہے اس کو اگر
آپ نامناسب جانیں تو نکال ڈالیں، مگر کتابوں کا تذکرہ ضروری ہے۔
والسلام ماوجب۔ ہمفلٹ کی رسید جلد... کیجھے گا۔ حضرت کے
حالات تو بہت طویل اور واقعات کثیر تھے مگر میں نے مختصر
(لکھے) اس خیال سے کہ شاید آپ کے یہاں گنجائش نہ ہو۔

فقط

اخلاص کیش، جلیل حسن جلیل

نقل اس کی مولوی محمد عبداللہ صاحب علم کانپوری
کی جنتی کے اندرج کے لمبے روانہ کی گئی ہے۔
● ملک الشعراً منشی امیر احمد صاحب امیر مینائی لکھنؤی -
آپ کے والد بزرگوار کا نام مولوی کرم محمد تھا۔ ۱۔ شرافت
۱۔ ڈاکٹر ابواللیث صدیقی نے امیر کے والد کا نام کرم احمد تحریر
کیا ہے (لکھنؤ کا دستان شاعری ص ۶۲۱) اس طرح عبدالحی نے
(یقین) حاشیہ صفحہ ۳۶۲ ہر

خاندانی اظہر من الشمس ہے کہ حضرت مخدوم شاہ مینا قدسی صرہ سے آفتاب کرامت سلسلہ اجداد میں تھے، جو سر زمین اودھ کے قطب کھلاتے ہیں اور جن کا مزار لکھنؤ میں آج تک زیارت گاہ خاص و عام ہے۔ آپ کو خا (ص) خاندان چشتیہ صابریہ میں روشن ضمیر حضرت محمد امیر شاہ صاحب رحمة اللہ علیہ بیعت اور خلافت ہے ۱۔ ۱۶ شعبان روز شنبہ ڈیڑھ پھر ۱۲۳۶ھ میں آپ انجمان آرائی عالم ہستی ہوئے ۲۔

عذوم متہ اول میں ہوری دستنگاہ حاصل کی۔ علاوہ اس کے طب، جفر

(صفحہ ۳۶۲ کا بقیہ حاشیہ)

بھی کرم احمد مینائی لکھا ہے۔ (گل رعناء، طبع چہارم)، اعظم گڑھ، دارالمحنتین، ۱۳۷۵ھ، ص ۳۱۵) امیر کے دیگر موانع نگاروں نے امیر کے والد کا نام کرم محمد مینائی بتایا ہے۔ اس سلسلے کی ایک اور شہادت مذکورہ بالا مکتوب میں بھی ملتی ہے۔ ۲۔ جلیل نے اپنے کتاب (موانع امیر مینائی، حیدرآباد دکن، مطبع سیدی، ۱۳۷۵ھ ص ۲) میں امیر کو میر شاہ چشتیہ صابری کا مرید اور خلیفہ بتایا ہے جبکہ دیگر مصنفوں نے امیر کو حضرت محمد امیر شاہ کا مرید اور خلیفہ بتایا ہے۔ جلیل نے بھی مذکورہ بالا خط میں دیگر مصنفوں کی معلومات سے اتفاق کہا ہے۔ اس بنا پر اسے کتابت کی غلطی کہا جا سکتا ہے۔

۳۔ جلیل نے مذکورہ بالا مکتوب میں امیر کی تاریخ ہدایش ۱۶ شعبان روز شنبہ ڈیڑھ پھر ۱۲۳۶ھ تحریر کی ہے۔ جبکہ اپنی کتاب (موانع امیر ص ۳) میں ”۱۶ شعبان ۱۲۳۶ھ روز دو شنبہ لکھی ہے۔“ ایک اور مکتوب خط۔ ۳ جو جلیل نے بنام مولوی محمد حسین ۸ مارچ ۱۸۹۶ء کو تحریر کہا ہے۔ (اس بقیہ حاشیہ صفحہ ۳۶۳ ہر)

نجوم، وغیرہ کے بھی ماهر ہوئے، اور شاعری تو اور کمالات کے دیکھتے آپ کا دون مرتبہ ہے۔ چونکہ بد و فطرت میں خلائق ازل نے موزونی طبع کے ساتھ نازک (خیالی) و سخن آفرینی کا مادہ کھاچا، رکھا تھا، ابتدائے سن شعور سے شعر کا مزہ دل میں پیدا ہوا۔ وہ ایک آگ تھی جو مشاغل کسب علوم کی وجہ سے کچھ (دھی رہتی) اور اندر ہی اندر اپنا کام کرتی گئی۔ بعد فراغ درس و تدریس وہ دھی ہوئی آگ بھڑک اور بھڑک کر گلزار خلیل ہو گئی۔ پھر تو سخن کے ایسے ایسے پھول کھلے کہ ہر پھول نے ہزاروں باغ لگا دیئے، جس کی خوبیوں سے آج شاعری کی دنیا اس سرے سے اس سرے

(صفحہ ۳۶۲ کا بقیہ حاشیہ)

خط میں بھی امیر کے متعلق اہم معلومات ملتی ہیں۔) اس خط میں وہ رقم طراز ہیں کہ، جناب قبلہ کی عمر اس وقت چھوپاسٹھ یا سڑسٹھ سال کی ہے۔ اگر جلیل کے مذکورہ بالا خط کا بیان درست مان لیا جائے تو ۱۸۹۶ء میں امیر کی عدو تقریباً پینسٹھ سال بنتی ہے۔ اگر کتاب کی معلومات پر بھروسہ کیا جائے تو خط ۳ میں ہیش کی گئی معلومات درست معلوم ہوتی ہیں۔ جلیل کے علاوہ بھی کئی لوگوں نے امیر کی سوانح لکھی۔ ان میں سب سے پہلے احسن اللہ ثاقب نے امیر کے مکاتیب کو مرتب کر کے شائع کیا اور امیر کی نسبتاً مختصر موانع بھی تحریر کی، جس میں وہ امیر کی تاریخ ہیداہش ”۱۶ شعبان ۱۴۳۸ھ روز شنبہ“ لکھتے ہیں (مکاتیب امیر مہنائی ص ۲) اس کی تائید ممتاز عالی آئے (امیر مہنائی ص ۱) امیر احمد علوی (طرہ امیر، لکھنؤ، انوار المطابع، ۱۹۲۸ء، ص ۳) عبدالحکیم حکمت (دبدبہ، امیری،

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۳۶۲ ہر)

تک مہک رہی ہے۔ اس فن میں آپ نے تدبیر الدولہ مظفر الملک منشی سید مظفر ہلی خان صاحب بھادر امیر تخلص سے تلمذ اختیار کیا اور حق ہے کہ آپ کی آتش یاہی نے (استاد کا نام) روشن کر دیا۔ دربار شاہ او وہ اعلیٰ حضرت واحد علی شاہ جعل العجۃ مشورہ میں باریاب ہوئے۔ دو کتابیں ہدایت السلطان اور ارشاد السلطان بادشاہ لکھیں۔ دو عربی، صلحی میں خلعت گران بہا ہاوا۔ تانتزاع سلطنت، لکھنؤ آپ کے دم قدم سے روئی ہذیر رہا۔ ناسخ، آتش کو آپ نے دور

(صفحہ ۳۶۳ کا نقہ حاشیہ)

پنٹ، ارثی سشنون پرنس، ۱۹۳۱ء، ص ۱۰۲) عبدالعزیز (گل رہنا، ص ۳۱۵) حامد حسن قادری (داستان تاریخ اردو، طبع سوم، کراچی، اردو اکیڈمی سندھ، ۱۹۶۳ء، ص ۳۹۸) ڈاکٹر کریم الدین احمد (امیر مہنائی اور ان کے تلامذہ، ص ۱۰)، ڈاکٹر ابو محمد سعید (طالعہ امیر، ص ۷۷) کے علاوہ بھی کئی لوگوں نے اپنی اپنی کتابوں میں کی ہے۔ جبکہ ڈاکٹر ابوالایث صدیقی نے (لکھنؤ کا دیستان شاعری، ص ۱۶۶) بدینہ امیری کے حوالے سے ۱۹۲۲ء تحریر کی ہے، لیکن یہ سہو کتابت ہو سکتا ہے کیونکہ بدینہ امیری میں جس کے حوالے سے ہ تاریخ درج کی گئی ہے ۱۹۲۲ء لکھا ہوا ہے۔ اس جائزے کے بعد یہ توجہ اخذ کیا جا سکتا ہے کہ امیر کی تاریخ ہے راوش سے متعلق جلیل کی کتاب اور خط نمبر ۳ کی معلومات درست ہیں، جبکہ مذکورہ بالا خط کی معلومات درست نہیں۔ کئی محققین کے یہاں دن کا اختلاف ملتا ہے، لیکن یہ مستلزم متفقین اس لیے نہیں کہ یہ فرق من عہسوی اور ہجری کی مطابقت کی وجہ سے ہوئا ہوا ہے۔

طفلی میں ہایا اور وزیر، صبا، انہس، دبیر وغیرہ کو شباب میں۔ اسی
ہرے بھرے چمن میں آپ اپسے رہے جیسے گلب کا ہونہار درخت
جن کو قدرت نے سب سے الگ ہر زور نموعطا کی ہو اور وہ آنا فانا
ترقی کر کے ہمولتا پہلتا نظر آتا ہے۔ بعد زمانہ ”غدر، فردوس مکان
نواب ہوسٹ علی خان بہادر والی رام ہور نے آپ کے کمال کا شہرہ سن کر
نہایت قدردانی سے طلب کیا۔ ماہ رمضان المبارک سنه ۱۲۷۵ھ میں
آپ رونق افروز دارالسرور ریاست رامپور ہوئے اور عدالت دیوانی کے
حاکم با اقتدار رہے۔ نواب فردوس مکان اپنے کلام میں بھی مشورہ
فرماہا کرتے۔ جب خلد آشیان نواب کلب علی خان بہادر کا دور
حکومت آیا، شعر و سخن کا چرچا ہڑھا، شعرائی دھلی و لکھنؤ کا مجمع
ہوا اور مشاعرے دل فربہ بھائی میں نئے نئے رنگ نکالنے لگے، اسمیر
منیر، بحر، زکی، خلق، داغ، جلال سے دبار مدربار کے مجرانی تھے۔ ۱-
مگر عالی جناب کی نگاہ دقیقہ رس نے اپنی استادی کے لیے حضرت امیر
ہی کا انتخاب کیا اور یہ انتخاب بہت ہی ہجتا تھا۔ آپ سالائق و فائق
استاد ہاکروہ مشق سخن پیدا کی کرتین دیوان اردو، ایک دیوان فارسی
اور اکثر (کتابوں) کے مصنف ہوئے۔ بعد وفات نواب خلد آشیان ارباب
کمال کا مجموعہ مثل اوراق، ہریشان ابتر ہو گیا مگر جناب مستشی صاحب
کو قدردانوں (نے) نہ چھوڑا۔ اسی اعزاز و احترام کے ساتھ اب تک
رونق افروز ریاست ہیں اور امید ہے کہ عالی ہمت لائق رئیس حال
کی ابھی نظر شاہانہ ویسی ہی ہو گی جیسی آپ کے جدی امجد قدردانی
فرماتے تھے۔ اللہ تعالیٰ آپ کے انعام متبکر کہ بہتر کرے، برکت دے،

۱- دربار وام ہور سے جو بھی ادیب و شاعر اور ہالم وابستہ تھے،
ان کی تفصیل حکیم نجم الغنی خان نے ”اخہار الصنادید“ میں
پوش کی ہے۔

صد و سی سال ملامت رکھے۔ اس زمانے میں آپ کا وجود یادگارِ سلف اور منتخب روزگار ہے۔ شاعر اور بھی بہت ہوئے اور ہیں مگر اکثر ان کا اتفاق ہے کہ اس پائی کا محقق، نازک خیال، قادر سخن، ماهر فن اردو کی دنیا میں ہبذا نہیں ہوا کہوں کہ، شعر کہنا اور ملک میں نامور ہو جانا اور بات ہے، لیکن استادی جس سے عبارت ہے وہ آپ ہی کا حصہ ہے میر کے ہجھون میں غزل کا رنگ خاص تھا اور اس رنگ سے وہ میر کہلانے مرزا کا مذاق قصیدہ رنگ تھا۔ ناسخ، آنسہ یہ غزل کے بادشاہ تھے۔ انیس دہر کا کمال مرثیہ، سلام تک محدود تھا وقس علیٰ ہذا۔ جس شاعر کو دیکھئے ایک دو قسم کے علاوہ دیکھ اقسام ہر قدرت قائم نہیں ہائی چاندی۔ بخلاف اس کے منشی صاحب کی ہم، دان و ہم گور طبیعت جمیع اقسام نظم پر یکسان قدرت رکھتے ہیں۔ غزل میں مور کا رنگ بھرا ہے تو قصیدے میں مرزا کی روح پھونکی ہے۔ واسوخت کو دیکھئے تو ایک ایک بند پر انیس و دہر کی جادو بیانی (نظرلوں میں) پھر جاتی ہے۔ یہی بات ہے جو آپ کی ذات کو فرد یکتا کہنے پر مجبور کرتی ہے۔ آپ کی تصانیف کثیر ہیں، چند کتابوں کا یہاں ذکر کیا جاتا ہے۔

امیر اللغات: یہ دنیٰ نکھنوؤ کی اردو زبان کی مبسوط اور مستند لغت ہے۔ اس کی تالیف میں جو اور جتنے علمی مسائل اس میں حل کیے ہیں ان کی تفصیل غیر ممکن ہے۔ اس کے دیکھنے معلوم ہوتا ہے کہ زبان اردو کتنی وسیع، کیسے اچھے مجاہروں اور مثالوں سے بھری ہوئی ہے۔ اصل لغات اور ان کا اشتراق فصیح وغیر فصیح، مستعمل و متروک، تذکیر و تائیث، حقیقی و مجازی مثلین، دہلی و لکھنؤ کے اختلافات، علمی قانونی... اصطلاحات، دفتر والوں اور پیش وروں کے معاورے، عورتوں اور مردوں، عوام و خواص کی بات

چیت کا امتیاز، غرض زبان کی باریکیاں اور خوبیاں اس طرح جمجم کی گئی ہیں کہ جس کے پاس یہ لغت ہو وہ زبان داد بن جائے۔ آئیہ جلدیں میں سے دو جلدیں چھپیں چکی ہیں، جلد اول میں ۳ ہزار لغت ہیں اور دوسری جلد میں ... اور چھوٹی اعمدہ، تقطیع ۲۲×۲۰۔ قہوت فی جلد چھپے رہے۔ صفحہ خانہ عشق : یہ دوسرہ ہاشقانہ دیوان فی الحال اردو کے نئے لباس میں دلہن بن کر نکلا ہے جس کا ہر شعر رنگ میں ڈوبتا ہوا ہے۔ مضمون کی نزاکت، زبان کی لذت اور ادا بندی کے مراتب ممتاز، ثابت کرتی ہے کہ "مرآہ الغیب" نقش اول تھا اور صفحہ خانہ عشق نقش ثانی ہے۔ آخر میں گوہر انتخاب و جوہر انتخاب مفرد اشعار کے دو مجموعے بھی ضمیم ہیں، جن میں میر کی شاعری کا ہورا رنگ ہے۔ کاغذ اور چھوٹی نفیس، خیامت ۳۸۱ صفحہ، فی صفحہ ۱۲ سطروں، قیمت دو روپیہ۔ محمد خاتم النبیین: دیوان نعمت، قیمت بارہ آنے۔ خوابان آریش: نثر کامیلاد شریف قہوت آئے آنے، مرآہ الغیب: اول دیوان، "واسوختوں کا مجموعہ" اس میں چند واسوخت ہیں۔ ۱۔ "مشنوی نور تجلی، مشنوی ابر کرم، تذکرہ انتخاب پاد گار

۱۔ ممتاز علی آئے واسوخت کے بارے میں لکھا ہے کہ، "منشی صاحب نے واسوخت ابھی سات کہنے۔ ان میں سے چھپے "علم جوالم" (مجموعہ، واسوخت) منشی نول کشور آنجھانی کے مطبع میں پہلے، چھپ چکرے تھے۔ اس مجموعے کا تاریخی نام مخصوص میں دل آشوب ہے اور ان کا مال طبع مرآہ الغیب سے ۱۲۸۳ھ
۲۔ ان میں سے ہر ایک کا نام بھی کا تاریخی ہے ... ۱۹۲۱ء
میں دائرہ ادیہ لکھنؤ نے "مینائی سعف" کے نام سے یہ واسوخت (بقیہ حاشیہ صفحہ ۳۶۸ ہر)

مسلس ذکر شاه انبیاء، مسلس صبح ازل، مسلس شام اہد، مسلس
لہلہ، القدر، زاد الامیر، نماز کے اسرار، وظفہ، جلیل - جن کتابوں کی
قیمت بھی لکھی ہے وہ سیکریٹری دفتر امیر اللفاظ ریاست رام ہور
سے مل سکتی ہیں۔

۸۔ بنام : جناب منیجہر صاحب، اخبار عام
دفتر اخبار عام : لاہور -

۹۔ ستمبر من ۱۸۹۸ء -
دفتر امیر اللفاظ، رام ہور اسٹیٹ -

جناب ہندہ! تسلیم و نیاز، اخبار عام ہفتہوار کا نمونہ مرحمت
ہوا اور یہ ارشاد ہو کہ، اشتہار متدرب، ذہل اخبار مذکورہ میں چار
مرتبہ چھوٹے کے لئے کس قدر اجرت درکار ہو گئی۔

جلیل حسن سیکریٹری

(صفحہ ۳۶۷ کا بقیہ حاشہ،)

اسی مطبع میں چھوٹے ہیں امیر کا ساتوان واسوخت ڈاکٹر
کریم الدین احمد نے رسالہ "اردو" کراچی باہت جنوری تا مارچ
۱۹۵۸ء میں شایع کرایا۔ حکوم ابوالعلاء ناطق لکھنؤی اپنے مضمون
"ملک الشعراء حضرت امیر مہنائی" (مطبوع، رسالہ نورنگ، دہلی،
۱۹۴۲ء، ص ۲۲) میں مجموع، واسوخت موسوم یہ شعلم جوالہ
کے متعلق لکھتے ہیں کہ : امیر مرحوم کے واسوخت ملاحظہ کر کے
نواب صاحب (یوسف علی خان) کو بھی واسوخت کہنے کا شوق ہوا۔
چنان چہ ایک واسوخت ہماری کہا اور امیر مرحوم کو دکھا یا
اسی واسوخت میں اول سے آخر تک ہمار کا دنگ ہے۔ امیر مغفور
(بقیہ حاشہ، صفحہ ۳۶۹ پر)

تصانیف ملک الشعراً حضرت امیر میقائی لکھنؤی
 امیر اللغات: یہ اردو کا جامع اور بے مثل لفت لکھنؤی و دھلی
 کے محاورات و اصطلاحات و مفردات و مرکبات کا خزانہ ہے۔ اس
 کی دوہی جلدیں چھپی ہیں، فی جلد ۲ روہیے۔
 صنم خان، عشق: نیا دیوان، رنگ میں ڈوبا ہوا۔ ایک ایک
 شعر ہر سوی شاعری قربان ہے۔ قیمت دو روہیے۔
 خیابان، آفرینش: مستند روایات کا مولود شریف مع دیوان نعمت
 ایک روہیے۔

المشتہر

جلیل حسن

مسکریٹری دفتر امیر اللغات
 رام ہور، مراد آباد

سرخ روشنائی سے جو کچھ لکھا گیا ہے یہ جلی قلم سے لکھا

(صفحہ ۳۶۸ کا بقیہ حاشیہ)

نے بھی ایسی اصلاح دی کہ، پورا واسوخت کھلی گیا۔ نواب
 صاحب کا شوق اس سے اور بڑھ گہا۔ متواتر چار واسوخت کمی
 اور وہ چاروں مطبع نویں کشور لکھنؤی میں مجموعہ، واسوخت موسوم
 ہ شعلہ، "جوالم" میں طبع ہوئے۔ حکیم ابوالعلا ناطق کے بیان
 سے یہ نتیجہ اخذ ہونا ہے کہ "شعلہ، جوالم" نواب یوسف علی خان
 کے مجموعہ، واسوخت کا نام ہے جیکے ایسا ہر گز نہیں ہے۔ حکیم
 صاحب سے سہو ہوا ہے۔ اس لیے کہ، امیر خود قادر الكلام شاعر
 تھے۔ وہ کسی کے واسوخت کوں اپنے نام سے طبع کرانے لگئے
 اور یہ بھی ممکن فہیں کہ، ایک ہی وقت میں، ایک نام سے
 دو مجموعے ایک ہی پیالش نے شائع کئے ہوں۔ اگر یہ تسلیم
 کرلیں کہ ایسا ہو سکتا ہے تو بھر یہ ممکن نہیں کہ نواب صاحب
 کا مجموعہ، واسوخت شائع ہوا ہو اور بھر امیر نے بھی اسی نام
 سے اپنا مجموعہ، واسوخت طبع کرالیا ہو۔

بائیئے گا اور اشتہار خوب صحیح اور واضح، اور اشتہاروں سے علمی محدث۔
مضامین کے درمیان جگہ بائیئے گا۔

۹۔ بیان : جناب محمد حسن صاحب تاجر کتب
سرائے گوا۔

۱۲ ستمبر ۱۸۹۸ع

دفتر امیر اللغات

جناب من تسلیم -

کارڈ، طلب کتب ہونہا۔ مخصوص مندرجہ ہر آگذھی ہوئی۔
کمیشن کا قاعدہ یہاں یہ رکھا گیا ہے کہ ۲۵ جلدیں کا جو
پہنچت خریدار ہو اس کے ساتھ یہ حساب فی صدی دس روپیہ
رعایت کی جائی گی۔ متفرق خریداروں کے لیے کوئی قاعدہ تخفیف
قیمت کا نہیں رکھا گیا، میوبوری ہے۔ آپ چونکہ، کشی جلدیں متفرق
طور پر منگوا چکے ہیں لہذا اس قدر رعایت کی جاسکتی ہے کہ
محصول آپ سے نہ لیا جائے۔ یہ رعایت اسی مخصوص آپ کے لیے ہے۔
جلیل حسن سیکرپٹری دفتر

۱۰۔ بیان : سید سراج الدین احمد۔ مکرہڑی انجمن احباب
دفتر انجمن احباب، محلہ منہواران

جسے ہور۔

۱۹ اکتوبر من ۱۸۹۸

از دفتر امیر اللغات ریاست دام ہور مراد آباد
بندہ نواز! سلام نیاز۔ گرامی نام مورخ ۱۶ ماہ حال صادر ہوا۔
یاد آواری کا شکر گزار ہوں۔ مستفسرہ امور کا جواب حسب ذیل ہے۔

۱۔ سراج الدین نام اور سراج تخلص تھا۔ ۱۳۳۶ء میں جسے ہور میں
انتقال کیا۔ جسے ہور کی علمی و ادبی سرگرمیوں میں بہت دلچسپی
لپیتے تھے۔ تاریخ گوئی میں کمال تھا۔ کشی تلمذہ جسے ہور میں
بہت مشہور ہوئے (تذکرہ شعرائے جسے ہور مؤلف، احترام الدین
شاغل، علی گڑھ، انجمن ترقی اردو ہند، ۱۹۵۸ء، ص ۲۶۰)

(۳۷۱)

امیراللغات کی بقیہ جلدیں ہنوز طبع نہیں ہوئی ہیں۔ امید ہے کہ تیسرا جلد عنقریب طبع ہو، وقت ہر اطلاع دون گا۔ دونوں تواریخ میں جلدیوں کی قیمت مع محصول ڈاک بارہ روپے بارہ آنسے تھے عام خریداروں کے مقابل میں صرف ان تجارت کو تخفیف دی جاتی ہے، جو یکمشت سو روپے کی کتابیں خریدائیں۔ اتنی رعایت آپ کے ساتھ بھی ممکن ہے کہ محصول ڈاک نہ لیا جائے اس سے زیادہ ناممکن۔ خدمات لائے سے باد اور شاد فرمائے رہیے۔

نیازمند

جلیل حسن جلیل سیکریٹری دفتر

اشتھار بھی اس خط کے ساتھ روانہ کیا گیا ہے۔

۱۱۔ بنام: مرزا پرورش علی خان صاحب بہادر

ورکشاپ حیدرآباد دکن۔

۲۵ اکتوبر من ۹۸

جناب من! تسلیم و تکریم۔ مکرمت نام صادر ہوا۔ موالات متعلقہ

امیراللغات کے جواب عرض کوئی جاتے ہیں کہ امیراللغات کی دونوں مطبوعہ جلدیں باہم مربوط ہیں اور کوئی جلد ناقص نہیں ہے۔

فقط

نیازمند

جلیل حسن جلیل

سیکریٹری دفتر امیراللغات۔

۱۲۔ بنام، مولوی عبداللہ صاحب پروفیسر عربی

lahor calj

۲۹ مارچ من ۱۸۹۹ء

جناب مولوی صاحب مصدر عنایت کرم زیادت مجدد کم

بعد مسلم مصنفوں واضح خدمت ذی رفتہ ہو۔ ہحمد اللہ تعالیٰ احقر سے الخیر ہے۔ تھوڑا زمانہ ہوا ایک صراحت نامہ ارسال خدمت کیا تھا معلوم نہیں موصول ملا حظ، ہوا یا نہیں مگر جواب نہ ملنے سے میرا قیاس مقنضی ہوتا ہے کہ شاید وہ نیاز نامہ نہیں پہنچا، چونکہ ایک خبروری تکلیف میں نے اس نامہ نیاز کے ذریعے سے دی تھی، اس لئے جواب کا انتظار ہے اور اسی وجہ سے یہ خط رجسٹرڈ روانہ کرتا ہوں۔ امید ہے کہ توجہ فرمائی جائے۔ جناب من! سید احمد صاحب دہلوی مؤلف ارمغان و ہندوستانی ذکشیزی نے ایک کتاب اپنی، حال ہیں لاہور ہی کے ہریس میں طبع کرائی ہے جس کا نام ہے ”فرہنگ آصفی“، یعنی اس اردو لغت کو مکمل و مرتب کر کے چھپوا یا ہے۔ اور غالباً قومت طبع میں مالک مطبع سے جہکڑا کیا ہے۔ اس لئے سب کاپیاں مطبع میں ہیں۔ چند نسخے مؤلف نے

۱۔ ناشر فرنگ آصفی دیباچہ میں سید احمد دہلوی اور فرنگ آصفی کے متعلق لکھتے ہیں کہ ۱۸۹۲ء میں لغت کی تدوین کا کام ختم ہوا۔ ... لغت کو مکمل طور پر طبع کوانی کی فکر ہوئی چنانچہ وہ لاہور پہنچیں، جہاں مختلف کتابوں سے اسے لکھوایا۔ کشی ہریسوں میں اس کی طباعت کا کام شروع ہوا۔ اس دوران وہ خود لاہور ہی میں مقیم رہے اور انارکلی کی بازار کی ایک سواری میں جہاں آج کل دہلی مسلم ہوٹل واقع ہے بیٹھ کر کتابت شدہ سسطر اور مطبوع، مفہمات کے پروف ہٹھتے تھے (”دیباچہ فرنگ آصفی، جلد اول، لاہور، مرکزی اردو بورڈ، ص ۵۔“)

منگوانے تھے۔ میں آپ کی عنایت پر بھروسہ کرنا چاہتا ہوں کہ ایک نسخہ اس کا جس قیمت پر ملے اس سے میں آگام کیا جاؤ اور وہ زر قیمت آپ کی خدمت میں بھیجدوں آپ ایک نسخہ اس کا اپنے نام سے خرید کر مجھے مرحمت فرمائیں۔ اس امر کا خاص طور پر خیال کیا جائے کہ یہا نام یانشان کسی طرح نہ معلوم ہو موافق کو میرے ساتھ ایک وجہ خاص سے نظر پڑی ہے اور اس اشتباہ میں میرا کہا ذکر، رام ہو رکھ کسی آدمی کے ہاتھ یہی وہ کتاب نہ ہو جیں گے۔

میرا مقصد یہی ہے کہ میرا نام مخفی رہے اوجہان یہی اسی کی کسی طرح نہ آئے کہ میں اس کا طالب ہوں جواب اس نشان ہو ہو، مجھے ہٹھنج جائے گا۔ رام پور دولت خانہ جنات منشی امیر احمد صاحب موناٹی۔

حافظ جلیل حسن میکریاری

(نوٹ اس مکتوب کے آخر میں محمد احمدہ ہنائی کے دستخط یہی موجود ہیں)

۱۲۔ بخدمت گرامی مولوی احمد حسین صاحب زاد اعظم
مسجد زنگیان کانور

۷ مئی من ۹۹

جناب من! مشنوی مولاناے روم کے ہر دو... مطبوعہ دفتر

(صفحہ ۳۴۲ کا تقدیر حاشیہ)

سود احمد دہلوی فرنگ آصفی رفاه عام ہریس لاہور مئی ۱۹۰۸ء
کے نسخے میں لکھتے ہیں کہ ۱۸۹۸ء میں جلد سوم اور ۱۹۰۱ء
میں خدا خدا کر کے جلد چہارم چھب گئی۔ ہمارا خیال ہے
کہ جلیل کا نہ خط اسی زمانے کا ہے جب جلد سوم اور چہارم
طبع ہوئی ہو گئی۔

بصیف ویلیو ہے ایبل لطف فرمائیئے۔ کاغذ سفید اعلیٰ درجے کا، اوح
وغیرہ میتا کار جس کی قیمت فی مجلد تین روپیہ ہے۔
جلیل حسن سکریٹری دفتر امیر اللغات
ریاست رام پور۔

۱۵۔ بنام، محمد کامل صاحب، اقبالیق صاحب زادہ
مقام سرور نگر، ڈیوڑھی نواب آسمان جاہ سرخوم،
حیدر آباد دکن۔

جناب بندہ تسلیم عرض

آپ کے کارڈ مورخ ۲۶ اپریل کے مطابق امیر اللغات کی دو
جلدیں ویلیو ہے ایبل یکم مئی کو روانہ کی گئیں اور بتا وہی لکھا
گیا ہے جو آپ نے لکھا تھا اور جو اس کارڈ پر لکھا جاتا ہے۔ مگر
نہیں معلوم کہا سبب ہوا کہ وہ کتابیں واپس آئیں۔ محصول کامفت
نقصان ہوں۔ اس کا احتمال تو ہو نہیں سکتا کہ آپ نے واپس کیا،
جس حالت میں کہ آپ خود ہی طلب کر چکے تھے۔ یہ گمان ہوتا
ہے کہ آپ تک کتابیں (نہیں) پہنچیں بھر کیف اس کا جواب تحریر
فرما کر اس الجھن کو رفع کیجیہ ہے اور اب ٹھیک ہتا لکھیں کہ اس
نشان سے بھر آپ کی خدمت میں روانہ کروں۔

والسلام! بعد تحریر اس خط کے، ڈاک خانے سے معلوم ہوا
کہ ویلیو ہے ایبل پارسل سرور نگر نہیں پہنچا۔ اب جو صورت آپ
فرمائیں تعامل کی جانب ایک صورت یہ ہے کہ آپ قیمت مع محصول
و فس رجسٹری بھیج دیں، یہاں سے کتابیں بصیرم رجسٹری روانہ کی
جائیں۔ اصل قیمت ہر دو جلد بارہ روپیہ، محصول ہانچ آئی، رجسٹری
تین آنے، جملہ بارہ روپیہ آئے آئے۔

فقط

جلیل حسن سکریٹری دفتر

۱۶۔ بنام : ڈہلی نذیر احمد خان صاحب ہنسن یافتہ -
دھلی -

۱۹ اکتوبر ۱۸۹۹
جناب من !

آپ کے ترجیح کے ساتھ جو حمائل چھپی ہے اس کا ایک نسخہ
بذریعہ ویلو ہر ایبل جلد مرحمت فرمائیے -
جلیل حسن سوکریڈی

۱۷۔ بنام : منشی نوبت رائے صاحب مالک خدنگ نظر
نوا گنج مطبع آصفی لکھنؤ
۱۶ دسمبر ۱۸۹۹

سکرم نیاز مغلان تسلیم ہرچس ہے -

آپ کے اخلاق نے جو اور ڈالا ہے اس کے اقتضا سے بھی آپ
کو ایک تکلیف دیتے ہو جرأت ہوئی - حضرت نے نماز کا ایک رسالہ
رام ہو رہیں چھوڑا ہا ہے ۲۰ وہ چاہتے ہیں کہ اس کا ٹوٹل (ٹائیٹل)
آپ کے مطبع آصفی میں (چھوٹی) جناب مددوح (سے) کاہی لکھوادکر
بھوجی جاتی ہے - ہزار جلد چھوٹی ہیں - ہزار ہی ٹیتل (ٹائیٹل)
چاہیے - دامن گل چین ... شاید یہ رسالہ اس سے ہوس ہو - کاغذ
بھی وہی رہے جو دامن گل چین کا مع ٹیتل (ٹائیٹل) ہے -

معختار رنگ کی کاہی ہر بیل بنی ہے - آپ کی توجہ سے کوئی
ہلکی اوز پتلی بیل بن جائے گی جس میں مادگی کے ساتھ دامن
گل چین کی بیل بلکہ ہورا ٹوٹل (ٹائیٹل) بہت محبوب ہے - اس ہر

۱۔ ڈہلی نذیر احمد دھلوی مصنیف مراء العروس وغیرہ

۲۔ نماز کے اسرار

نظر کر لیجیئے گا۔ حسن اور صفائی و (خواہی) میں یہ ٹھہل (ٹائیڈل) اس کے برابر ہو، کم نہ ہو۔ تین صفحے بالکل مادے رہیں گے۔ تیہت کاغذ کی اور چھپائی کی آپ کو بھیج (دی) جانے (گی)۔ آخر میں یہ عرض کرنا ہے کہ حضرت قبلہ و کعبہ کو تعجبول بہت مدنظر ہے۔ کتاب چھپی رکھی ہے۔ آپ کے بہان دیر جس قدر ہو بیل بنانے میں ہوگی، چھپنے میں تو وقت زیادہ صرف نہ ہوگا۔ بہر کیف اب آپ کے ہاتھ بات ہے۔ جہاں تک جلد کارروائی ہوگی اسی قدر آپ کا احسان ہوگا اور یہ عنایت آپ کی ہمیشہ پیش نظر رہے گی۔ کاغذ کے رنگ آپ کی انتخابی نگاہ تعجبول کر لے گی۔ اس سے زیادہ آپ سے کرم کرما کو لکھنے کی حاجت نہیں۔ قبلہ و کعبہ کی طرف سے بعضوں واحد۔ فقط ما وجد۔

فقط:

جلوہ حسن کان اللہ ل

ضمیمه اول: مکتبہ امیر

بخدمت محمد عبدالاحد صاحب خلف اکبر محمد عبدالصمد صاحب
تعلق دار۔ شهر بہر ساثار۔ بلیا

قدر شناس علم و هنر علمکم الله الا کبیر

سلام سنت الاسلام اخلاص و سپاس انضمام کے بعد لبیر مرام
یہ ہے کہ عزیزی منشی ممتاز علی آہ سیکریٹری دفتر امیر اللغات کے
نام جو پوسٹ کارڈ آپ کا آیا۔ اس میں آپ نے اس ہی چمدان کو تعصیضاً
ایسے حسن عنوان یاد فرمایا کہ نادیدہ مشتقق بنایا۔ اس یاد آوری
کا شکر واجب ہے اور چونکم اس تحریر مرا پا تنویر سے آپ کی توجہ
کما حق امیر اللغات کی طرف ہانی گئی، لہذا کچھ کیفیت اس تالیف

کی التماس کرنا مناسب ہے۔ حالی خاطر عاظر ہو کہ اس زمانے میں دفعہ سانحہ روح فرساے رحلت وائیس پر سیدنیٹ ریاست جنرل محمد اعظم الدین خاں بہادر نے امیر اللغات کو گواہ لاوارث کر دیا۔ مرحوم کی مرادی گیری سے اس کو اپنی تکمیل اور اشاعت کی کچھ فکر نہ تھی۔ تالیف میں گونا گون اعانقیں ان کی طرف سے ہوتی تھیں اور ملک میں اس کے ہبھول جانے کی صورتیں عمدہ عمدہ نظر آتی تھیں۔ ہند سے ولایت ہائے غیر تک ان کی اڑی سے بڑی معزز حکام سے رسم و راہ تھیں سر رشتہ تعلیم و دفاتر سرکار میں عموماً اس کی کاہیاں خرید ہوتیں مگر افسوس کہ دفعہ کھیل بکثر گیا۔ اب دیکھنا چاہیے کس عالی ہمت فراغ حوصلہ کی تقدیر میں یہ ناموری ہے۔ میری ہمت تو بندھی ہوئی ہے مگر... کے ہمت میں کام کہاں چلتا ہے۔ خیر حوالہ بخدا ہے آپ سے علم دوست ہنر ہررور، قدر شناس کا اللغات ہایا تو یہ کچھا چٹھا جو درد دل ہے منایا۔ یہ مضمن آپ ہی تک ہے۔ امید ہے کہ مجھے کوہمیشہ اہنا داعی خیر تصویر فرمائ کر کار ہائے لائق سے یاد فرمایا کجھی۔ زیادہ التماس کی حاجت نہیں۔ فقط۔

امورِ احمد عفی شنی بقلم خود، ۰۔ ماه رمضان ۱۳۰۸ھ
۳۔ اپریل ۱۸۹۱ء۔

ضمیمه دوم: چند تصریحات

۱۸۹۱ع میں جب امیر اللغات شائع ہوئی تو اس پر یہ الزام لگایا گیا کہ یہ "ارمذانِ دہلی" کی نقل ہے۔ بہر اس الزام کی حمایت اور مخالفت میں "اکمل الاخبار" میں مضامین شائع ہوئے۔ اس بات کا تذکرہ ممتاز علی آئے بھی کیا ہے (امیر مینائی، ممتاز علی آہ، ص ۵)۔ بقول ریاض خیر آبادی اکمل الاخبار میں سید جالب دہلوی

”امیر المغارٰت“ کے خلاف مضمون لکھا کرتے تھے (بحوالہ ”مطالعہ امیر“ از ڈاکٹر ابو محمد مسحر، ص ۲۲۳)۔ بعد ازاں یہ ہائی اخبار تک محدود نہیں رہیں۔ امیر کی وفات کے بعد جب ”فرهنگِ آصفیہ“ طبع ہوئی تو سید احمد دہلوی نے دیباچے کے شروع ہی میں اس کہانی کو پھر شروع کیا (قابل توجیہ بات یہ ہے کہ ”فرهنگِ آصفیہ“ کے ۱۹۰۸ع کے نسخے میں یہ عبارت شامل نہیں ہے)۔ سید احمد دہلوی تحریر کرتے ہیں:

”نامی گرامی شاعروں، عربی فارسی کے ماہروں، فن لغت سے نا آشناوں نے ارمغان دہلوی، کا چرہ، انداز کر لغت تراشی ہر کمر بازدھی، آبِ خو طرفِ خو وغیرہ اس قسم کے الفاظ درج لغات فرماساکر بزعمِ خود فن لغت کو ترقی دینی پاھی مگر درحقیقت اپنی مسلم استادی پر حرف آئے کا ایک بین موقع دیا ہے۔ اگرچہ ۱۸۹۱-۹۲ع میں اس پر ڈیڑھ برس تک ”اکمل الاخبار“ دہلوی میں بحث و مباحثہ طبع ہوتا رہا۔ ان کی فروگزاشت و عدم تحقیق لغات سے انہیں آگہ کیا گواہ، مگر وہ صرف الف ہی شائع کر کے رہ گئے۔ (دیباچہ، ”فرهنگِ آصفیہ“، سید احمد دہلوی، دہلوی، نیشنل اکاڈمی، ۱۹۲۸ع، ص ۱)۔ سید احمد دہلوی کے اس الزام کا جواب منشی محمد یاسین شفق ۱۸۹۱ع میں دے چکے تھے ایک ایک بار پھر انہی موالات کا سامنا تھا۔ شفق لکھتے ہیں۔

”بعض لوگوں نے امن لغت کو ”ارمغانِ دہلوی“ کی نقل کھما ہے اور بعض نے فیلن صاحب کی ڈاکشنری کا خاکہ بتایا ہے۔ مگر کسی نے انصاف سے اس پر غور نہیں کیا کہ ایک زبان کے جب دو لغت یا دو سے زیادہ ہوں گے تو الفاظ کہاں سے

لائے جائیں کہ ہر لغت لکھنئے والا زبان سے الفاظ لے گا ایسی
حالت میں ایک لغت دوسرے لغت سے ضرور ملتا جلتا رہے گا۔
(امیر اللغات، امیر مہنائی، لاہور، مقبول اکیڈمی، ۱۹۸۸ء۔)
حقیقت یہ ہے کہ امیر کو الفاظ کی چیز بین کا شروع ہی سے
شوک تھا اور امیر اللغات اسی شوک کا نتیجہ تھا۔ وہ محض شہرت
حاصل کرنے کے لئے اس میدان میں نہیں کوئے تھے۔ امیر اللغات
کے مقدمے میں رقم طراز ہیں ”اگرچہ لکھنؤ میں ہوش سبھالتے ہی
ترتیبِ لغت کا شوک ہے بے چین کرنے لگا تھا۔ لیکن رام ہور ہمچینے
سے قبل اس کو عملی جامہ ہمناز کا موقع نہیں ملا“ (امیر کی اس تحریر
سے ڈاکٹر کریم الدین احمد کے امن بیان کی نفی ہو گاتی ہے کہ
”غدو سے بھلے انہوں نے جو لغت مرتب کیا تھا وہ تلف ہو گیا
(امیر مہنائی اور ان کے تلامذہ: ص ۲۲۸ - ۲۳۸) کیوں کہ امیر غدر
کے بعد رام ہور تشریف لے گئے تھے۔ ممتاز عالی آہ نے الفاظ کی
تحقیق کی بابت تین واقعات درج کریں ہیں (امیر مہنائی ۵۲)۔ اسی
طرح حکیم ابوالعلاء ناطق لکھنؤ بھی لکھتے ہیں:

”امیر لکھنؤ“ تشریف لا یا کرتے تو اپنے خاندان کی عورتوں
سے ضرب المثلوں اور مجاوڑے پوچھا کرتے تھے اور ان
کے محلِ استعمال اور صحتِ استعمال کی بابت سوالات
کیا کرتے تھے۔ (رسالہ نورنگ، دہلی ۱۹۳۰ء، ص ۶۱)۔

یہ باتیں ظاہر کرتی ہیں کہ امیر، لغت نویسی کا شعور رکھتے
تھے اس بات کی شہادت ان کے مطبوعہ مکاتیب سے بھی ہوتی ہے۔
۸ دسمبر ۱۸۸۲ء کے خط میں میر مجاوڑہ کو تحریر کوئے ہیں کہ، :-

”بہت سے کتابیں مبسوط میری کم فرصتی سے غیر مہذب
ہڑی ہیں۔ ریاست میں جب تک رہا تعديل احکام سے

راغ نہ تھا اب مطمئن ہوں تو گونا گون مکروہات کا
ہدایت ہے... ایک کتاب ”بھار ہند“ بھار عجم قطع پر
اردو زبان کی تحقیق میں لکھی ہے۔ اس میں محاورات و
اصطلاحات و امثال وغیرہ بتعلق بہذالسان مع اسناد
اسانہ لکھنؤ و دہلی ہے وکھی سوجز ہیں۔ (امیر میانائی
اور ان کے تلامذہ، ص ۱۵۰۔)

اس طرح کی اور معلومات ”مکاتب امیر میانائی“ ص ۶۹، اور
”امیر اور ان کے تلامذہ“ ص ۵۵ میں بھی ملتے ہیں۔ لیکن ہمارے
بعض محققین اور ناقدین نے اس سلسلے میں بڑی اشتمار بازی کی ہے۔
ڈاکٹر محمد حسن نے اپنے مقالے ”جلال لکھنؤی“ (مطبوعہ الجمن
قرقی اردو، کراچی ۱۹۵۶ء) میں لمبی چوڑی تمهید کے بعد یہ الزام
لکھا ہے کہ ”امیر میانائی کے ذہن میں لغات لکھنے کا خیال
سرمایہ اردو (موافِ جلال لکھنؤی) کی طباعت نے پیدا کیا ہے
دنوزوں کے احاطہ“ کمال پر نظر ڈالنے سے یہ بات اور صاف ہو جاتی
ہے کہ امیر میانائی نے اس احاطے میں ذرا زیادہ وضاحت اور تفصیل
سے کام کرنے کی کوشش کی ہے، وہ مزید کہتے ہیں کہ، ”۱۸۸۷ء میں
ایک عجیب و غریب شہادت ہمیں ملتی ہے۔“ (ص ۱۳۸) اس کے
بعد امیر اللغات کے مقدمے سے وہ اقتباس درج کیا ہے جس میں امیر
نے یہ بتایا ہے کہ کس طرح ۱۸۸۷ء میں سرالفروز لائل صاحب نے
نواب خل آشیان سے ایک جامع لغت کی فرمائش کی۔ اس کی
بعد قیاسات شروع کرتے ہیں: ”ظاہر ہے کہ یہ بھی اسی دوران کی
بات ہے جب ”سرمایہ زبان اردو“ اس زمانے میں تصنیف ہو رہی
ہوگی یا تصنیف ہو چکی ہوگی اور بہت بڑی حد تک سرمایہ زبان
اردو، کی طباعت لئے لوگوں کی توجہ عموماً اور امیر میانائی کی توجہ

خصوصاً اس طرف مبذول کرائی ہوگی۔ ”... (ص ۱۳۶) مزید تحریر کرتے ہیں۔ ”سرمایہ زبان اردو ۱۸۹۰ء میں چھوٹی سن عہسوی کے حساب سے ۱۸۸۳ء اور ۱۸۸۶ء کے لگ بھگ کوئی سال ہو سکتا ہے۔“ ڈاکٹر صاحب نے سب سے پہلے تو امیر کے بیان کو عجہب و غریب کہہ کر پیش کیا جب کہ امیر اللغات کے ہوئے مقدمے میں کوئی بات عجہب و غریب نہیں پھر موصوف کو یہ بھی نہیں معلوم کہ ”سرمایہ، زبان اردو“ کس زمانے میں لکھی گئی اور کب طبع ہوئی۔ م Hispan ہوگی کی تکرار سے تو ہر گز کوئی حتمی فیصلہ نہیں ہوتا۔ پھر آگے چل کر یہ بھی ثابت کرنے کی کوشش کی ہے کہ ایک سال ہجری کا برابر ہوتا ہے تین سال عیسوی کے، بات یہیں ختم نہیں کرتے بلکہ اور قریبی حوالی میں کاوش لکھنؤی کے صاحب زادے کا بیان بھی تحریر کرتے ہیں کہ: ”حضرت جلال امیر مینائی سے اس بنا“ پر ناراض ہو گئے تھے کہ امیر مینائی نے ان کی اپنی تجویز کو ان سے لے کر خود جا مع، عمل پہنایا۔“ اس بیان سے تو یہ ظاہر ہوتا ہے کہ تجویز امیر نے اڑالی اور جلال منہ تکتے رہ گئے اور پھر امیر نے لغت شائع کرالی۔ جبکہ حقیقت تو یہ ہے کہ جلال کی لغت بھی طبع ہوئی اور امیر کی بھی، دونوں کی لغت کے خالکے میں بھی بڑا فرق ہے اس کے علاوہ امور کا وہ خط (جو ۸ دسمبر ۱۸۸۳ء کا، گذشتہ صفحات میں پیش کیا گھا جو (”سرمایہ، زبان اردو“ کی طباعت سے پہلے کا ہے) اس بات کی گواہی دیتا ہے کہ امیر کے ذہن میں لغات لکھنے کا خیال اور بہت پہلے سے تھا۔ لیکن اگر کاوش لکھنؤی کے صاحب زادے کا بیان درست مان لیا جائے تو ان برادرانہ تعلقات کو کہاں چھپایا جائے گا جو امیر اور جلال کے درمیان تھے۔ امیر ۱۸۹۹ء کے ایک خط میں زاہد کو تحریر کرتے ہیں۔

"حضرت جلال سالمہم کی ملاقات کی کیفیت آپ نے
سچمل اور مختصر الفاظ میں لکھی، ذرا تفصیل و توضیح
کی محتاج تھی ان کے حسن و ہنر و کمال کی بات
ہے کہ مجھے بے ہنر و بے کمال کی اس قدر تعریف
فرمائی ورنہ میں اس کا سزاوار و مستحق اپنے آپ کو
نہیں پاتا عالم ہم افسانہ، مادر و ماہیج۔" (مکاتیب
امیر مینائی ص ۲۲۳ -)

جانزوں سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ امیر فطری طور پر لغت
نویسی کی طرف مائل تھے لیکن انھیں وہ وقت میسر نہ آسکا جس
میں وہ لغات کی ترتیب و نظر ثانی کرتے اور طبع کراتے۔ لیکن
جب سرکاری سطح پر اس کی فرمائش ہوئی تو وہ ہمچھے نہیں ہٹے
کیوں کہ یہ خود ان کے ذوق و رجحان کی چیز تھی اور کہیں
ہڑھنے میں نہیں آتا کہ ارمغان لغت اور سرمایہ زبان اردو کی تالیف
میں ہندی الفاظ کی تحقیق میں کس ہندو عالم سے مدد اپنے کا
اهتمام کیا گیا ہو جب کہ امیر نے نظام لغت نویسی میں اس کا
بطور خاص اهتمام کیا۔ غرض کہ یہ نقالی ہر گز نہیں تھی انھوں
نے تو اردو کی تاریخ میں بہلی مرتبہ سائنسیک لغات کی بنیاد
رکھی، جو تنہا انھی کی کاوش ہے۔

● ریاض الاخبار میں ۱۶ جولائی ۱۸۹۱ء "امیر اللغات" اور
"ارمغان دہلی" کے عنوان سے ریاض خیرآبادی کا ایک مضمون شائع
ہوا۔ یہ مضمون "امیر اللغات" کی حمایت میں ہے، جن میں دلیل سے
ثابت کیا ہے کہ "امیر اللغات" ایک مستند اور جدید لغات ہے۔

تعليقات

- ص ۳۳۲، س ۱۲: حافظ صاحب۔ مکتوب نگار محمد مستاز علی آہ کے ماموں، حافظ محمود علی فدا امیٹھوی۔
- ص ۳۳۵، س ۲۰ (حاشیہ): امیر کی غیر مطبوع، تخلیقات میں سے اب تک جو منظر عام پر آئی ہیں وہ یہ ہیں: "مثنوی کارنامہ، عشق" مرتبہ ڈاکٹر گیان چندر جین، "رسالہ اردو"، کراچی، جنوری - مارچ ۱۹۵۶ء۔ "مسدس"؛ جو نظام دکن کے حضور پیش کیا گیا۔ مرتبہ مدیر "زمانہ کانپور" ، مارچ ۱۹۰۸ء۔ "واسوخت" ، مرتبہ ڈاکٹر کریم الدین احمد، "رسالہ اردو" کراچی، جنوری - مارچ ۱۹۵۸ء۔ مثنوی عاشقانہ" مرتبہ ڈاکٹر کریم الدین احمد، "رسالہ اردو" ، کراچی، جولائی۔ اکتوبر ۱۹۶۰ء۔ دو قصیدے جو نواب شاہجہانی ییگم کے حضور پیش کیے گئے، مرتبہ عبدالقوی دستوی، ماهنامہ "ادبی دنیا" لاہور، مارچ ۱۹۷۰ء۔
- ص ۳۳۸، س ۱: ایڈیٹر اکمل الاخبار کا ہورا نام خواجہ محمد فخر الدین حسین اور تخلص میخن تھا۔ ۱۲۵۸ء میں دہلی میں ہدایہ ہوئی۔ موزا غالب کے شاگرد تھے۔ میخن کا انتقال ۱۳۱۸ء میں ہوا۔ تفصیلی مطالعے کے لئے رجوع کریں: "اردو کے اخبار نویس" از امداد صابری، دہلی، صابری اکیڈمی، ۱۹۷۳ء۔
- ص ۳۳۳، س ۱۹ (حاشیہ) امداد صابری لکھتے ہیں کہ: "دامنِ دکن چین" دوبارہ ۱۸۹۸ء میں جناب امیر کے صاحب زادے منشی لطیف احمد مینانی نے نکلا، (تاریخ صحافت، جلد

سوم، دہلی، جدید پرنٹنگ ہریس، ۱۹۶۳ء ص ۳۸۲۔) امداد صابری اپنی دوسری کتاب ”گلستانِ صحافت“ میں دوبارہ اجراء کا سن ۱۸۹۰ء تحریر کرتے ہیں۔ ہمارے خیال میں امداد صابری کا پہلا بیان درست ہے کیونکہ ڈاکٹر ابو محمد سحر بھی قریب کا سن پیش کرتے ہیں یعنی دونوں ہیں سے کوئی ایک ہے۔ لیکن ۱۸۹۰ء کا بیان مشکوک ہے اس لیے کہ یہ زمانہ ”امیر اللغات“ کی ترتیب کی مصروفیت کا تھا اور امیر کی تقریباً تمام صاحبزادے اس کام میں مدد کیا کرتے تھے۔

● ص ۳۸۳، س ۷ : محمد محبی الدین اشک، لکھنؤی تھے لیکن بعد میں بمبئی میں آباد ہو گئے تھے۔ اشک نے چند ناول: ”حسن فرنگ“، ”بہار دل کش“، ”فرهاد“، ”ہند“، وغیرہ لکھے۔ اس کے علاوہ انقلاب بمبئی کے نام سے ایک مختصر کتابچہ بھی تالیف کیا تھا۔ علاوہ ازین اخبار ”آزاد“ و ”ہمدرد“ کے ایڈیٹر بھی رہ چکے ہیں۔ تفصیل مطالعے کے لیے ملاحظ کوچھی، ”بمبئی میں اردو“، ڈاکٹر سیمون، دلوی، دہلی، مکتبہ جامعہ، ۱۹۷۴ء۔

● ص ۱۳ : وصالہ ”زبان“ کا پہلا شمارہ جنوری ۱۸۹۳ء میں شائع ہوا۔ اس کے مرتب محمدی الدین اشک تھے... بیس صفحوں کا یہ وصالہ اپنی نوعیت کے لحاظ سے بمبئی سے شائع ہونے والی دوسرے رسالوں اور گلستانوں سے جدا گاہ تھا... اس رسالے کے مقاصد میں ایک مقصد یہ تھا کہ اردو زبان کو ملیوس بنایا جائے... اس رسالے کے دو حصے کہے گئے تھے۔ ایک حصے میں زبان ہر یعنی اور دوسرے حصے میں قسط وار ناول شائع کیا جاتا تھا۔ (بمبئی میں اردو“، ڈاکٹر سیمون، دلوی، ص ۳۲۲۔)

● ص ۳۲۵، س ۵: مولوی محمد حسین، غالباً ممتاز علمی آہ کے قریبی عزیز تھے۔ عرفان عباسی کہتے ہیں: ان کے (متاز علمی آہ کے) ایک شفیق بزرگ، مولوی محمد حسین رضوی نے جو ریاست کھیرا گڑھ ضلع رائے ہور (صوبہ ممالکِ متوسط) کے دیوان تھے، آہ صاحب کو اپنے پام بلالیا اور ریاست کا مختار مقرر کر کے ضلع رائے ہور میں تعینات کر دیا۔ (دہستان امیر مہنائی ص ۸۱)

● ص ۳۵۵، س ۱۵: سید قادر حسین قادر، حیدرآباد دکن کے رہنے والے تھے۔ اور استاد داغ کے شاگرد تھے۔ ۱۳۵۱ھ میں انتقال کیا۔ ("مختونرانِ دکن" ، تسكین عابدی ، حیدرآباد دکن ، عہد آفرین برقی پریس ، ستم ندارد ، ص ۳۱۲)۔

● ص ۳۵۵، س ۹: نواب عزیز الدین خان عزیز یار بیگ، نظامِ عطیات، متخلص "عزیز" ولادت ۱۲۹۶ھ میں حیدرآباد دکن میں ہوئی، داغ کے حیدرآباد آئے ہی آپ تلمذ اختیار کیا۔ ("مختونرانِ دکن" ، تسكین عابدی ، ص ۲۵)۔

● ص ۳۵۵، س ۷: میر احمد امی خان عرف میان جان متخلص "شوکت صاحب مختونرانِ دکن" کے بقول حضرت میردار بیگ صاحب رح قبلہ کے مرید اور مولوی علی رضا مرحوم کے فرزند تھے۔ ۱۳۲۸ھ میں زندہ تھے۔ کسی کے شاگرد نہیں تھے۔ (مختونرانِ دکن ، تسكین عابدی ، ص ۲۵)

● ص ۹: محمد نوح ناروی متخصص یہ نوح، داغ کے مشہور شاگرد نوح ناروی ہیں۔ ۱۸۷۹ء کو ہیدا ہوئے۔ پہلے میر نجف کے بھر امیر کے جلال کے اور پھر داغ کے شاگرد ہوئے۔ ۱۹۶۲ء کو وفات پائی۔ تفصیلی

مطالعے کے لیے رجوع کیجئے : ”نوج ناروی حیات اور شاعری، از ظفرالاسلام، ضلع تھاڑ، نشنل بک ڈب، ۱۹۷۶ء۔

● ص ۳۷۱، س ۲۱: مولانا عبداللہ ٹونکی، ہروفسر عربی و فارسی اوینٹل کالج لاہور۔ تفصیلی مطالعے کے لئے دیکھئے : ”يونیورسٹی اوینٹل کالج کے اساتذہ کا تحقیقی، ادبی اور درسی سرمایہ“، مرتبہ ڈاکٹر وحید قریشی، لاہور۔

● ص ۵۳، س ۸: منشی نوبت رائے نظر ۱۸۹۳ء میں لکھنؤ میں پیدا ہوئے۔ ستمبر ۱۸۹۶ء کو لکھنؤ سے ماہ نامہ ”خدنگ نظر“ جاری کیا جو ۱۹۰۳ء تک شائع ہوتا رہا۔ ۱۹۰۵ء میں ”زمانہ کانپور“ سے واپس ہوئے۔ ۱۰ اپریل ۱۹۲۳ء کو وفات ہائی۔ (”مخازنہ جاوید“، جلد مشتم، مرتبہ خورشید احمد خاں یوسفی، اسلام آباد، مقتدرہ قومی زبان، ۱۹۹۰ء، ص ۵۳۔)

كتابيات

- ۱ - آزاد، نعیم الحق: "حیات الشاعر" ، میر، ورخاصل سندھ، معین پریس ، ۱۹۶۹ء۔
- ۲ - آہ شاہ ممتاز علی: "امیر مینائی" ، لکھنؤ، ادبی پریس، ۱۹۷۴ء۔
- ۳ - ابواللہ ث صدیقی، ڈاکٹر: "لکھنؤ کا دبستان شاعری" ، طبع سوم، لاہور، اردو مرکز، ۱۹۶۵ء۔
- ۴ - ابو محمد سحر، ڈاکٹر: "مطالع امیر" ، طبع اول، لکھنؤ، نسیم پکھڑو، ۱۹۶۳ء۔
- ۵ - امداد صابری: "تاریخ صحافت" ، حصہ اول، تا جہارم، دہلی، جدید پرنٹنگ پریس ، ۱۹۶۳ء۔
- ۶ - امداد صابری: "اردو کے اخبار نویس" ، دہلی، صابری اکیڈمی ۱۹۷۳ء۔
- ۷ - امداد صابری: "گلمستہ صحافت" ، دہلی، نعمانی پریس ۱۹۸۳ء۔
- ۸ - امیر احمد علوی: "طہ امیر" ، طبع اول، لکھنؤ، انواراللطابع ، ۱۹۲۸ء۔
- ۹ - امیر مینائی: "نماز کے اسرار" حیدرآباد دکن ، محبوب پریس ، من ندارد۔
- ۱۰ - امیر مینائی: "ضم خانہ عشق" ، طبع دوم ، حیدرآباد دکن ، امیر المطابع، ۱۹۱۳ء۔
- ۱۱ - امیر مینائی: "مرأۃ الغلب" ، طبع دوم ، لکھنؤ ، نول کشور، ۱۹۲۲ء۔
- ۱۲ - امیر مینائی: "مکاتب امیر مینائی" ، مرتبہ احسن اللہ ثاقب، طبع دوم، مطبوعہ ادبیہ، ۱۹۲۳ء۔
- ۱۳ - امیر مینائی: "امیر اللغات" آگرہ، مطبع مفید عام ، ۱۸۹۱ء۔

- ۱۴ - تسلیکین عابدی: "سخنواران دکن"؛ حیدرآباد دکن، عہد آفریں برائی ہریس، صتم نثارد۔
- ۱۵ - جلیل مانکپوری: "سوامی امیر مینائی"، طبع اول، حیدرآباد دکن سطبع، سیدی دارالشفا، ۱۹۳۲ء۔
- ۱۶ - حامد حسن قادری: "داستان تاریخ اردو"، طبع سوم، کراچی، اردو اکیڈمی سندھ، ۱۹۶۳ء۔
- ۱۷ - حامد رضوی، ڈاکٹر: "اردو ادب کی ترقی میں بھوپال کا حصہ"، بھوپال، ادارہ ادب و تقدیم، ۱۹۶۵ء۔
- ۱۸ - حکمت، عبدالحکیم، مہدی: "بدبیر امیری"، طبع اول، ہلٹ، برائی ہریس، مراد پور، پانکھی ہریس، ۱۹۳۷ء۔
- ۱۹ - حکیم نجم الغنی: "اخیار العصنا دید"، لکھنؤ، قول کشمکور، ۱۹۱۸ء۔
- ۲۰ - خلیل اللہ خان، ڈاکٹر: "ریاض خورآبادی حوات و خدمات"، لکھنؤ، اردو ہبلشرز، ۱۹۴۳ء۔
- ۲۱ - سید احمد دھلوی: "فرہنگ آصفی"، طبع اول، لاہور، رفاه عام ہریس، ۱۹۰۸ء۔
- ۲۲ - سید احمد دھلوی: "فرہنگ آصفی"، لاہور مرکزی اردو ہریس، ۱۹۸۸ء۔
- ۲۳ - سید احمد دھلوی: "فرہنگ آصفی"، دھلوی، نیشنل اکادمی ۱۹۴۲ء۔
- ۲۴ - شاغل: احترام الدین: "تذکرہ شعرائے جے یو"، علی گڑھ، انجمن ترقی اردو، ۱۹۵۸ء۔
- ۲۵ - ظفر اسلام: "نوح ناروی، حیات اور شاعری" ، ضلع تھامن نشنل ہک ڈبو، ۱۹۷۶ء۔
- ۲۶ - عبدالحشی: "گل رعنایا" طبع چہارم، اعظم گڑھ، دارالمحنتین، ۱۳۷۰ء۔

- ۲۷ - عرفان عباسی: "دہستانِ امیر مینائی" طبع اول، لکھنؤ: نسیم بک ڈھو، ۱۹۸۵ء۔
- ۲۸ - کریم الدین احمد، ڈاکٹر: "امیر مینائی اور کے تلامذہ" لاہور، آئینہ ادب، ۱۹۸۲ء۔
- ۲۹ - محمد حسن، ڈاکٹر: "جلال لکھنؤی" کراچی، انجمان ترقی اردو، ۱۹۵۶ء۔
- ۳۰ - مہموں دلوی، ڈاکٹر: "بیٹھی میں اردو" دہلی، مکتب، جامع، ۱۹۷۰ء۔
- ۳۱ - وحید قریشی، ڈاکٹر: سرتیب "یونیورمنٹی اورینٹل کالج کے اساتذہ کا تحقیقی ادبی اور درسی سرماہہ" لاہور۔
- ۳۲ - یوسفی، خورشید احمد خان: "خدمخانہ" جاوبد، اسلام آباد، مقتدرہ قومی زبان، ۱۹۹۰ء۔

رسائل

- ۱ - رسالہ "نیونگ" امیر نعیم، دہلی، ۱۹۶۳ء۔
- ۲ - ماہ نامہ، "ادبی دنیا"، لاہور، شمارہ مارچ، ۱۹۷۰ء۔
- ۳ - ماہی "اردو" کراچی، انجمان ترقی اردو، جولائی ۱۹۵۸ء۔
- ۴ - رسالہ "تحقیق" شمارہ ۳، ۲، شعبہ اردو، جامع، سنده۔